فروری
2025ء

اَللّٰھُمَّ انْصُرِ
الْاِسْلَامَ وَ الْمُسْلِمِیْنَ
فِیْ کُلِّ مَکَان

حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ (القرآن:54)

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

اللّٰھُمَّ بَلِّغْنَا رَمَضَان

اے اللہ! ہمیں ماہِ رمضان نصیب فرما۔ آمین

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 19
وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ (القران)
شعبان المعظم : 1446ھ
شمارہ : 02
اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر)
فروری : 2025ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبد اللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور	ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 800 روپے

معمول کا شمارہ: 80 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِ تعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیلِ زر بنام : انجمن خدام القرآنؒ رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		6
3	حرفِ آرزو	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
4	قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	انجینئر مختار فاروقیؒ	9
5	رمضان المبارک سے قبل اس کی تیاری	مفتی اویس پاشا قرنی	25
6	مال و دولت دنیا کی حقیقت (3)	انجینئر عبداللہ اسماعیل	29
7	کیلی فورنیا کی آگ......وارننگ ہے	محمد نذیر یاسین	46
8	اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیت واِفادیت (10)	مولانا امین عزیز بھٹی	51
9	امریکی ریاست کیلیفورنیا میں......قیامت صغریٰ کا سماں	محمد منظور انور	58

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھریؒ

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

(03) اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ آیات

سورۃ آل عمران بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ 09-07

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ

وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی

It is He Who sent down to you the book.

مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ

جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں

Some of its verses are clear and decisive.

They are the foundation of the book,

وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ

اور بعض متشابہ ہیں

And others are allegorical.

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ

تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے

But those with perverted mentality,

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں

Are after the allegorical part of the book,

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِه

تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں

In order to create disruption,

And to seek desired interpretation.

وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ

حالانکہ مراد اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

While no one knows their exact interpretation, except Allah.

وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ

اور جو لوگ علم میں دست گاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ

Whereas those, sound in understanding say,

اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا

ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں

“We do believe in it. It is all from our Lord.”

وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾

اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں

And none, other than those with clear heart,

will receive admonition.

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا

اے پروردگار! تو ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کرنا

(Who always pray),

“Our Lord! Please don’t let our hearts deviate,

بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا

اس کے بعد کہ جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے

Once You have put us on the right track,

وَ هَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً

اور ہمیں اپنے ہاں سے رحمت عطا فرما

And bless us with Your special mercy.

اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ﴿۸﴾

تو تو بڑا عطا فرمانے والا ہے

Indeed, You are the Only One, Who blesses.

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ

اے پروردگار! تو اس روز جس (کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں

سب لوگوں کو (اپنے حضور میں) جمع کر لے گا

Our Lord! Indeed, You are going to assemble
mankind (before You) on a day, certain to come.

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ﴿۹﴾

بے شک اللہ خلاف وعدہ نہیں کرتا

Certainly, Allah will not go against the promise.”

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيمُ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیشِ نظر لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَاد دار

تو مسلمان ہے تو اپنے دل میں ملت اسلامیہ کی ترقی و سربلندی کی آرزو زندہ رکھ
اور اس قرآنی آیت کو ہر وقت اپنے سامنے رکھ کہ ’اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا‘

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

جَاءَ جِبْرِیلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ،

حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ!

عِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَیِّتٌ،

آپ زندہ رہ لیں جتنا آپ چاہتے ہیں پھر ایک دن آپ کو موت آنی ہے

وَأَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مَفَارِقُهٗ،

اور آپ اس سے محبت کرلیں جو آپ کا محبوب ہے پھر آپ کو اس سے جدا ہونا ہے

وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِیٌّ بِهٖ

اور آپ عمل کرلیں جو جو چاہیں پھر آپ کو اس کا بدلہ ملنا ہے

ثُمَّ قَالَ: یَا مُحَمَّدُ

پھر کہا: اے محمد ﷺ!

شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِیَامُ اللَّیْلِ

مومن کا شرف (درجہ کی بلندی) اس کے رات کے قیام میں ہے

وَعِزُّهٗ اسْتِغْنَاؤُهٗ عَنِ النَّاسِ

اور اس کی عزت اس کے لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے

(مستدرك، عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ)

حرفِ آرزُو

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

اَللّٰھُمَّ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ

اے اللہ! ہمیں ماہِ رمضان نصیب فرما۔ آمین

انجینئر عبداللہ اسماعیل

حکمت بالغہ کا یہ شمارہ جب قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے گا تو ماہِ شعبان المعظم شروع ہو چکا ہوگا۔ مزید برآں اگلے شمارے (مارچ 25ء) کے قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے تک ماہِ رمضان المبارک اپنی برکتوں کے ساتھ سایہ فگن ہو چکا ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ اس لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگلے شمارے کا انتظار کیے بغیر انہی سطور میں استقبال ماہِ رمضان کے حوالے سے چند گزارشات اور آرزو کے چند حروف نذر قارئین کر دیے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، مغفرتیں اور برکتیں حاصل کرنے کی طلب تو ہر مسلمان کو ہر وقت رہتی ہے تاہم سال بھر کے انتظار کے بعد اب وہ بابرکت مہینہ جلوہ افروز ہونے کو ہے جس میں رحمت کے روازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں، جس عظیم مہینے میں نفلی عبادت کا اجر وثواب فرائض کے برابر اور فرض عبادت کا اجر وثواب ستّر گنا تک بڑھا دیا جاتا، جس مبارک مہینے میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جس مہینے میں کوئی غیبی منادی خیر کے طالب کی ہمّت افزائی کرتے ہوئے اسے کہتا ہے تو آگے بڑھ اور شر کے طالب کو کہتا ہے تو پیچھے ہٹ۔ اور اس عظمت والے مہینے میں اللہ کے خوش قسمت بندے دن کے روزے رکھ کر اور راتوں میں قیام کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبّت اور اس کا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

بہت سعادت مند ہوں گے وہ لوگ جو اس آنے والے مہینے کو پا لیں گے اور اس کی یہ برکات سمیٹ لیں گے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

اُمت مسلمہ مجموعی طور پر اس وقت جس اضمحلال کا شکار ہے اس کیفیت سے نکلنے کے لیے ایک خاص ہمت و جذبہ کی ضرورت ہے، 11 مہینے جب شیطان اور اس کی ذُرّیت کھلے عام دندناتے پھر رہے ہوتے ہیں تب اس جذبہ اور ہمت کے حصول میں وہ بھی ایک بڑی رکاوٹ ہوتے ہیں۔ ہمیں ایک اور سنہری موقع میسر آ رہا ہے کہ ہم بحیثیت فرد اور بحیثیت قوم بیدار ہونے کی کوشش کریں جبکہ اس مہینے میں شیطان اور اس کی ذریت بھی قید ہوتے ہیں۔ انفرادی طور پر بھی توبہ اور رجوع کا یہ بہترین موقع ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں سے رب تعالیٰ کی نافرمانی کے تمام معاملات کو ختم کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور آنے والی زندگی کو رب کی رضا کے مطابق گزارنے کا عہد کرے۔ اور پھر اسی پیغام کو آگے پھیلانے کی بھی کوشش کرے تاکہ یہ انفرادی توبہ کا معاملہ بڑھتے بڑھتے اجتماعی توبہ کی شکل اختیار کر لے۔ امت کی سطح پر کوئی بہتری امت کی اجتماعی توبہ سے ہی ممکن نظر آتی ہے۔ جس کے لیے (نسبتاً) آسان ترین موقع رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ اس اجتماعی توبہ کی طرف توجہ دلانے کی ذمہ داری درجہ بہ درجہ ہر مسلمان سے لے کر امت کے خطباء، واعظین اور علماء کرام پر ہے کہ وہ اس مبارک مہینے میں جہاں اس کی اور فضیلتوں کا ذکر فرمائیں وہاں اس اہم پہلو کی طرف بھی امت کی توجہ کو مبذول کریں کہ ہم اس بابرکت مہینے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور وفاداری کے عہد کو نئے سرے سے استوار کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کریں۔ امت کی انفرادی اور اجتماعی پریشانیوں کا حل اپنا رخ ٹھیک کرنے میں ہی ہے۔ جس کے لیے بہترین وقت بس آیا ہی چاہتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ آمین

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس: انجینئر مختار فاروقیؒ

آیات 176 | سُوْرَةُ النِّسَاۗءِ مَدَنِيَّة | رکوع 24

آیات 11 تا 14

ان آیات سے وراثت کے احکام شروع ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے واقعتاً کمال اختصار کے ساتھ وراثت کے احکام بتا دیے ہیں اور یہ اللہ ہی کے شایانِ شان ہے۔ یہ علم المیراث یا علم الفرائض ایک مشکل مضمون ہے، اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اللہ نے بہت اختصار کے ساتھ ساری بات واضح کر دی ہے۔ پھر اہل علم نے اس کو پھیلا کر پورا فن بنا دیا ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ روانی کے ساتھ کیا جاتا ہے اس لیے اگر کسی کو وراثت سے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اسے علماء کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا، علماء ان مسائل کا تفصیلی علم رکھتے ہیں۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ — حکم دیتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ — لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے حصّے کے برابر ہے

پہلے اولاد کے درمیان وراثت کی تقسیم کا اصول بیان کیا گیا ہے کہ لڑکے کو لڑکی کے مقابلے میں دو حصے ملیں گے یعنی وفات پانے والے مرد یا عورت کی اولاد میں بیٹیاں اور بیٹے دونوں ہوں تو ہر بیٹی کا جتنا حصہ بنے گا اس کا دوگنا ہر بیٹے کا حصہ ہوگا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ اس کا ذکر پہلے بھی آیا تھا اور آگے بھی آئے گا کہ مرد کو اس لیے زیادہ دیا گیا ہے کیونکہ معاشی ذمّہ داریاں مرد پر ہوتی ہیں عورت پر نہیں ہوتی۔ مثلاً رہائش، لباس اور نان نفقہ کا بندوبست کرنا

مرد کے ذمے ہے اور جب شادی ہوتی ہے تو مہر دینا بھی مرد کے ذمے ہے۔ اس کے برعکس خاتون کو مرد سے آدھا حصہ مل رہا ہے اس لیے کہ اگر وہ شادی شدہ نہیں ہے تو اس کی کفالت اس کے باپ کے ذمے ہیں، جب اس کی شادی ہوگی وہ کسی کے گھر میں بسے گی تو نان نفقہ اس کے شوہر کے ذمے ہوگا اور اس کو وہاں سے مہر بھی ملے گا اس کے اپنی جیب سے خرچ کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ نے مردوں پر معاشی ذمہ داری ڈالی ہے لہٰذا وراثت میں اس کو دو حصے دیے ہیں اور لڑکی کو ایک حصہ دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی کئی حکمتیں ہوسکتی ہیں۔

فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ پھر اگر اولاد میں لڑکیاں ہوں دو سے زیادہ تو ان کے لیے ہوگا دو تہائی اس مال کا جو اس نے چھوڑا ہے

وَاِنۡ كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے ہے آدھا ترکہ

یہاں اولاد کی تین صورتیں بیان ہوئیں ہے: ایک یہ کہ فوت ہونے والے مرد یا عورت کے بیٹے بھی ہیں اور بیٹیاں بھی، اس صورت میں بیٹے کو بیٹی سے دوگنا ملے گا۔ دوسری صورت یہ ہے اس کی صرف دو یا زیادہ بیٹیاں ہیں، بیٹا نہیں ہے، اس صورت میں سب بیٹیوں کو ترکے کا دو تہائی ملے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اس کی صرف ایک بیٹی ہے، اس صورت میں اس کو ترکے کا آدھا ملے گا۔ اس کے علاوہ چوتھی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس کی اولاد میں بیٹی کوئی نہیں، صرف ایک یا زیادہ بیٹے ہیں، اس صورت میں کل ترکہ اس کے بیٹوں کا ہوگا جو ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ آگے میّت والدین کے حصے کا ذکر ہے۔ فرمایا:

وَلِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اور میّت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے ہے چھٹا حصہ ہے اس مال کا جو اس نے چھوڑا ہے

اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ اگر اس کی اولاد ہو

جو آدمی فوت ہو رہا ہے ایک اس کا دائرہ تو اس کی اپنی اولاد ہے اس کی بیوی اور بچے ہیں، جو اس کی فرع کہلاتی ہے اور اس کے ساتھ اس کے والدین ہیں، جو اس کی اصل کہلاتی ہے۔ اس کے اصل اور فرع میں سے اگر کوئی نہ ہو یعنی اس دائرے میں اس کی وراثت تقسیم نہ ہو رہی ہو تو پھر بہن بھائی میں تقسیم کیا جاتا ہے جو دوسرا دائرہ ہے۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ اگر کسی میّت کی اولاد

بھی ہے اور والدین بھی زندہ ہیں تو اس کے ترکے میں سے والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی 1/6 والد کو اور 1/6 والدہ کو۔ پھر باقی ترکہ اولاد میں مذکورہ طریقے سے تقسیم ہوگا۔

فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ — پھر اگر اس کی اولاد نہیں ہے

وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ — اور اس کے وارث ہیں اس کے ماں باپ

فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ — تو اس کی ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا

گویا باقی دو تہائی اس کے والد کو مل جائے گا۔

فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ — اور اگر میّت کے بھائی بھی ہیں

فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ — تو اس کی ماں کو 1/6 حصہ ملے گا

مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ — جو وصیت اس نے کی ہے اس کے یا قرض ادا کرنے کے بعد

یہ اصولی بات آ گئی کہ اگر مرنے والے کے ذمے کوئی قرض ہے تو سب سے پہلے وہ ادا ہوگا یا الگ کر لیا جائے گا پھر باقی مال کے ایک تہائی حصے سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو۔ نبی اکرم ﷺ کے فرامین کے مطابق آدمی اپنے مال میں سے ایک تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے۔ اگر کوئی تہائی سے زیادہ کی وصیت کر دے تو ورثاء اس کو کم کر کے ایک تہائی کر سکتے ہیں۔ یہ وصیت بھی الگ کر دی جائے گی اس کے بعد جو مال بچے گا وہ ان ورثاء کو ان تفاصیل کے مطابق ملے گا۔

اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ — تمہارے والدین اور تمہارے بیٹے

لَا تَدۡرُوۡنَ اَيُّهُمۡ اَقۡرَبُ لَـكُمۡ نَفۡعًا — تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہارے لیے زیادہ نفع بخش ہے

آدمی کبھی سوچتا ہے کہ میرا جو مال ہے وہ میرے بیٹوں کو ملے لیکن قرآن کہہ رہا ہے کہ بیٹیوں اور والدین کا بھی اس میں حصہ ہے۔ تو اب آدمی کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ تمہارے والدین زیادہ ضرورت مند ہیں یا تمہارے لیے زیادہ نفع بخش ہیں یا تمہاری اولاد، پھر اولاد میں سے بھی بیٹیاں یا بیٹے۔ ممکن ہے کسی کا بیٹا اس کے چھ ماہ بعد وفات پا جائے،

والدین کی عمر بہت لمبی ہو وہ اس کے بعد بھی پچاس سال زندہ رہیں۔تو یہ ساری صورتحال اللہ ہی جانتا ہے۔اللہ نے یہ احکام دیے ہیں اس میں تمہارے لیے بہتری ہے لہٰذا ان کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے بہر حال تمہیں اس کی پیروی ضروری ہے۔

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ
یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے یعنی مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾
بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حکمت والا ہے

اگلی آیت میں شوہر اور بیوی کی وراثت کا بیان ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ
اور تم مردوں کے لیے اس مال کا آدھا ہے جو چھوڑ جائیں تمہاری بیویاں اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو

اگر کوئی عورت فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہیں ہے تو اس کے شوہر کو اس کے متروکہ مال کا آدھا ملے گا۔

فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ
اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے اس مال کا جو وہ چھوڑ جائیں

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ
اس وصیت کے بعد جو انھوں نے کی ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ
اور تمہاری بیویوں کے لیے ہے چوتھائی حصہ اس مال سے جو تم چھوڑ جاؤ گے اگر تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ
پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہے تو ان کے لیے آٹھواں حصہ ہے اس مال کا جو تم چھوڑ جاؤ گے

مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ
اس وصیت کے بعد جو تم نے کی ہے یا قرض کے بعد

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ
اور اگر وہ مرد جس کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہے، کلالہ ہو یا ایسی ہی عورت ہو

کلالہ اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس کے والدین بھی زندہ نہیں ہیں اور اولاد بھی نہیں

ہے، ابھی شادی نہیں ہوئی تھی کہ وفات ہوگئی، یا شادی ہوئی تھی لیکن اولاد نہیں ہوئی یا ہوکر فوت ہوگئی۔ بہرحال اس کے والدین اور اولاد یعنی اصول اور فروع میں سے کوئی نہیں ہے،

وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہے

فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا

فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں

فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ تو وہ سارے ایک تہائی حصے میں شریک ہوں گے

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ جو وصیت کی گئی ہے اس پر عمل درآمد کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد

غَيْرَ مُضَآرٍّ کسی کا نقصان نہیں کیا جائے گا

قرض کی ادائیگی اور وصیت کرنے اور اس پر عمل درآمد اور وراثت کی تقسیم یہ سارے کام اس طرح کیے جائیں گے کہ کسی کو نقصان پہنچانے کی نیت نہ ہو۔

وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے تحمل والا ہے

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ کی حدود ہیں

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو کوئی اطاعت کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی

یہ مالی معاملات واقعتاً اتنے اہم ہیں کہ اس کے ساتھ فوراً اللہ نے اس کا ذکر کیا کہ اگر یہ کڑوی گولی تم نگل لو، اللہ کے احکام کے مطابق یہ کرلیا کرو تو پھر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا

يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے

وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِينَ سَنَةً، فَإِذَا أَوْصٰى حَافَ فِي وَصِيَّتِهٖ، فَيُخْتَمُ لَهٗ بِشَرِّ عَمَلِهٖ فَيَدْخُلُ النَّارَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِينَ سَنَةً، فَيَعْدِلُ فِي وَصِيَّتِهٖ، فَيُخْتَمُ لَهٗ بِخَيْرِ عَمَلِهٖ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ (ابن ماجہ، عن ابی ہریرہؓ)

’’ایک آدمی ستر سال (کی زندگی میں) اچھے لوگوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے پھر وہ (مرنے سے پہلے) وصیت کرتے ہوئے اپنی وصیت میں کوئی ناانصافی کردیتا ہے پھر اس برے عمل پر اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے تو وہ دوزخ میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور ایک آدمی ستر سال برے لوگوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے پھر وہ اپنی وصیت میں عدل وانصاف کرتا ہے اور اس اچھے عمل پر اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے‘‘۔

یہ مال جو آدمی چھوڑ کر جا رہا ہے یہ عین اللہ کے احکام کے مطابق تقسیم ہونا چاہیے۔ اب آخری وقت میں اگر کسی نے کوئی گڑبڑ کردی تو وہ ساری زندگی کی محنت، کیا کرایا ایثار وقربانی سارا زیرو سے ضرب کھا جائے گا۔ تو یہ چیزیں واقعتاً اہم ہیں آدمی کو اللہ کے احکام پر ان کی روح کے مطابق عمل درآمد کی نیت کرنی چاہیے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ	اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی
وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ	اور اللہ کی حدود کو کراس کر جائے گا
يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا	وہ اس کو داخل کرے گا آگ میں اور وہ ہمیشہ اس میں رہے گا
وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾	اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے

آیات 15 تا 22

قرآن مجید میں بعض مقامات پر عبوری احکام بھی آئے ہیں جیسا کہ شراب کے بارے میں، آپ کے علم میں ہے کہ، عبوری احکام آئے ہیں، سورۃ البقرہ کی آیت 219 میں ابتدائی حکم ہے، اس سورۃ النساء کی آیت 43 میں درمیانی حکم ہے، پھر سورۃ المائدہ کی آیت 90-91 میں آخری احکام ہیں۔ جیسے جیسے مسلمانوں کی اجتماعیت میں صلاحیت پیدا ہوتی گئی اس کے مطابق

اللہ تعالیٰ نے تدریجاً احکام نازل کیے ہیں۔ان میں سے ایک اس آیت میں بھی ہے کہ کسی مرد یا عورت سے اگر کوئی بدکاری سرزد ہو جائے تو اس کی کیا سزا ہوگی؟ اس کے بارے میں یہاں عبوری احکام ہیں آخری احکام اٹھارھویں پارے کی سورۃ النور میں آئے ہیں۔

یہ سورۃ النساء مدینے کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے اس وقت ایک لحاظ سے اگرچہ حضور ﷺ کو وہاں اقتدار حاصل ہوگیا تھا لیکن کوئی پوری ریاست وجود میں نہیں آگئی تھی کہ مسلمانوں کی عدالتیں بن گئی ہوں اور سارا نظام چل رہا ہو بلکہ وہ ابتدائی درجہ تھا جس میں ریاست کا آغاز ہوگیا تھا۔ یہودیوں کی عدالتیں موجود تھیں اور لوگوں کے لیے یہ اختیار موجود تھا کہ چاہیں تو ادھر جا کر فیصلہ کرالیں، چاہیں تو محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر فیصلہ کرالیں۔تو اس صورت حال میں یہ جو عبوری احکام دیے گئے ہیں۔ان میں پہلے ایک مسلمان عورت کی بات کی گئی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ جو مرد ہے وہ غیر مسلم ہو، اس پر تو مسلمانوں کا بس ہی نہیں چلتا۔اگر مسلمان عورت سے یہ بدکاری سرزد ہوئی ہے تو اس کے لیے عبوری حکم یہ ہے

وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ (اے مسلمانو!) تمہاری عورتوں میں سے اگر کسی سے کوئی بدکاری سرزد ہو جائے

یہاں مرد کا ذکر نہیں کیا جا رہا اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی غیر مسلم ہو۔اگر مسلمان مرد سے یہ ہوگا تو اس کا آگے حکم ہے۔

فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ تو تم اپنے میں سے اس پر چار گواہ طلب کرو

اپنے مسلمانوں میں سے چار گواہ لاؤ۔غیر مسلم تو عین ممکن ہے کہ اس کے خلاف اس لیے گواہی دے دے کہ وہ چاہے گا کہ اس مسلمان عورت کو سزا ملے۔

فَاِنۡ شَہِدُوۡا پھر اگر وہ گواہی دے دیں

اس سے جرم ثابت ہو جائے گا۔اس کی سزا یہ ہے کہ

فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ پھر ان عورتوں کو گھروں میں نظر بند کر کے رکھو

حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الۡمَوۡتُ یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے

اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیۡلًا ﴿۱۵﴾ یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور راستہ بتا دے

اللہ کی طرف سے بعد میں کوئی دوسرے احکام نازل ہو جائیں تو پھر اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ سورۃ نور میں اس کے متعلق احکام نازل ہو گئے ہیں۔

وَ الَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ اور وہ دو جن سے بدکاری سرزد ہوئی ہے تم میں سے ہوں

یعنی اگر مسلمانوں میں سے دو سے بدکاری سرزد ہو جائے چاہے وہ دو مرد اور عورت ہوں یا دونوں مرد ہوں جسے sodomy یا لواطت کہا گیا ہے، ان کے بارے میں ابتدائی حکم یہ ہے کہ

فَاٰذُوْهُمَا ان کو اذیت و تکلیف دو

اس کام پر ان کو رسوا کرو، انہیں احساس دلاؤ کہ تم سے یہ غلط کام ہوا ہے

فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا تو ان سے اعراض کرو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے

یہاں توبہ کا ذکر آیا تو ساتھ ہی اگلی آیات میں یوں سمجھئے کہ قرآن مجید کا توبہ کا فلسفہ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ بہت ہی اہم آیات ہیں۔ اس لیے کہ توبہ کے غلط فلسفے سے ٹھوکر کھا کر عیسائیوں نے بہت بڑی بڑی غلطیاں کی ہے۔ پہلے تو یہی غلط ہوا کہ انہوں نے سمجھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی چڑھا دیا گیا ہے گویا وہ مظلومی کی موت مر گئے ہیں اور پھر مظلومی کا جواز فراہم نہیں کر سکے تو یہ فلسفہ تراشا گیا کہ حضرت مسیح نے سولی چڑھ کر تمام عیسائیوں کی طرف سے ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا اس لیے یہ مظلومی کی موت آئی ہے اور اللہ کا بیٹا ہوتے ہوئے یہ موت آئی ہے اور اب عیسائی جو بھی اچھا یا برا، سیاہ یا سفید کریں ان سے کوئی پوچھ ہے ہی نہیں۔ اس لیے کہ حضرت مسیح پہلے ہی ان کی طرف سے کفارہ ادا کر گئے ہیں۔ یہ ان کی ایک غلطی ہے اس کے نتیجے میں پھر غلطی در غلطی ہے۔ اب ان کے ہاں کوئی شریعت نہیں، کوئی قانون نہیں۔ قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ انسان سے غلطی ہو جاتی ہے اگر غلطی ہو جائے تو اسے توبہ کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں دو انتہائیں (extremes) بیان کر دی ہیں۔ ایک انتہاء یہ ہے کہ آدمی غلطی کرے اور غلطی انسان ہی سے ہوگی، فرشتہ سے تو غلطی نہیں ہوگی کہ وہ معصوم ہے۔ جو انسان ہے ابن آدم ہے وہ خطا کار ہے "to err is human to forgive is divine"

(غلطی انسان سے ہوگی اور معاف کرنا اللہ کا کام ہے) اگر انسان سے غلطی ہو جائے تو ایک انتہا یہ ہے کہ وہ فوراً توبہ کرے جیسے ہی نادانی میں یا جذبات میں کوئی غلطی ہوگئی اور جیسے ہی احساس ہو آدمی فوراً توبہ کرے رجوع کرے۔ دوسری انتہا یہ ہے کہ آدمی سے غلطی ہوگئی اور احساس بھی ہوگیا کہ غلطی ہوگئی ہے، بعد میں جذبات ٹھنڈے پڑ گئے اور احساس ہوا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن توبہ نہیں کی اور پھر اس گناہ کا ارتکاب کرلیا، پھر کرلیا، پھر کرلیا اور توبہ نہیں کی، حتیٰ کہ اسی حال میں موت آ گئی۔ یہ دو انتہائیں ہیں۔ جو پہلی صورت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی فوراً توبہ کرتا ہے تو ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرنا میرے ذمے ہے اور حدیث میں اس بارے میں الفاظ ہیں کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (ابن ماجہ) ''گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں''۔ دوسری انتہاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی توبہ میں قبول نہیں کروں گا۔ اب اکثر لوگوں کا معاملہ درمیانی ہے اور بین الخوف والرجاء والی کیفیت ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ بھی قبول فرمالے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو وہ ہٹ دھرمی کر رہا ہے اللہ کی نافرمانی پر ڈٹا ہوا ہے اس کی وجہ سے اس کی توبہ قبول بھی نہ کرے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ بے شک توبہ قبول کرنا اللہ پر ہے ان لوگوں کے لیے جو برائی کر بیٹھتے ہیں جہالت میں

ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ پھر وہ جلدی سے توبہ کرتے ہیں

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ سو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے

توبہ کی بھی کچھ شرائط ہیں، صرف کانوں کو ہاتھ لگا دینے سے توبہ نہیں ہو جاتی، وہ جیسے عموماً دیکھا ہے کہ ڈرائیور لوگ پبلک ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں پر جب بیٹھتے ہیں تو کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں پھر گاڑی چلاتے ہیں، اس کے بعد گانے آن کیے اور یہ جا وہ جا۔ اس طریقے پر توبہ نہیں ہوتی بلکہ توبہ کی کچھ شرائط ہیں جو پوری کرنی چاہئیں۔ یہ بات اپنے ذہن میں رکھ لیں کہ توبہ کی کچھ شرائط ہیں جو لوگ وہ شرائط پوری کریں گے ان کی توبہ قبول ہوگی۔ ان شرائط کی وضاحت یہ ہے کہ دو طرح کی غلطیاں ہیں جو انسان کرتا ہے یا تو اس نے حقوق اللہ میں کوئی کوتاہی کی ہے یا حقوق العباد میں کوئی کوتاہی کی ہے۔ جہاں تک حقوق اللہ کا معاملہ ہے یعنی وہ معاملات جو بندے اور اللہ

کے درمیان ہیں، ان میں اگر کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو اس سے توبہ کی تین شرائط ہیں جو کہ تین زمانے ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے آپ اپنے ذہن میں رکھ لیں تو یاد رہیں گی۔ پہلی شرط جو زمانہ ماضی سے متعلق ہے کہ جو گناہ یا اللہ کی نافرمانی ہوئی ہے اس پر آدمی کو احساسِ ندامت ہونا چاہیے اور اگر اس احساسِ ندامت میں آدمی کی آنکھوں میں آنسو آجائیں تو کیا کہنے۔ دوسری شرط جو مستقبل کے متعلق کہ جو گناہ آدمی سے ہوا ہے ایک دفعہ صاف دل کے ساتھ اللہ سے وعدہ کرے کہ آئندہ یہ نہیں کروں گا۔ اگر دل میں چور ہے تو یوں سمجھئے کہ وہ توبہ ہوئی ہی نہیں، قبولیت تو بعد کی بات ہے۔ اگر اس وقت نیت صاف ہو کہ اے اللہ! میں گناہ سے بچنے کی کوشش کروں گا، پھر آدمی نہیں بچ سکا اور اس سے دوبارہ گناہ سرزد ہو گیا تو پھر توبہ کر لے لیکن اس وقت ضمیر صاف ہونا چاہیے۔ اور تیسری شرط جو زمانہ حال سے متعلق ہے کہ ایک دفعہ اس گناہ کو چھوڑ بھی دے، اس سے الگ بھی ہو جائے۔ حقوق اللہ میں یہ تین شرائط اگر پوری ہو جائیں تو نبی اکرم ﷺ کی وہ بات پوری ہو جائے گی کہ ''جس شخص نے گناہ سے توبہ کی وہ ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں''۔ اور حقوق العباد میں ایک چوتھی شرط یہ ہے کہ جس کا حق دبایا ہے یا جس کا کوئی حق دینا ہے جب تک اس کا حق اس کو ادا نہیں کرو گے اس وقت تک توبہ نہیں ہوگی۔ اس کا حق اس کو واپس کرو گے یہی اس کی توبہ ہے۔ توبہ کی یہ شرائط ہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ اور اللہ خوب جاننے والا ہے حکمت والا ہے

وہ جانتا ہے کہ کس نے دل سے توبہ کی ہے اور کس نے کتنے عرصے بعد توبہ کی ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اور ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں ہے جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں

حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے

قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ تو اس وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ آتے ہیں کہ اب میں توبہ کرتا ہوں

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اور نہ ہی ان لوگوں کی کوئی توبہ ہے جن کو موت آجائے اور وہ کافر ہوں

أُولَٰٓئِكَ أَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا أَلِيمٗا ١٨ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے

یہ وہ بد بخت لوگ ہیں جن کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوئی ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اب یہ دو انتہائیں ہیں اس کے درمیان بین الخوف ورجاء والی کیفیت ہے کہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بھی توبہ قبول کر لے اور عین ممکن ہے توبہ قبول نہ کرے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ اے ایمان والو!

لَا يَحِلُّ لَكُمۡ أَن تَرِثُواْ ٱلنِّسَآءَ كَرۡهٗاۖ تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ تم وراثت میں لے لو عورتوں کو زبردستی

یہ عربوں کے معاشرے میں ہوتا تھا کہ ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج تھا اور جب کوئی آدمی فوت ہوتا اور اس کی اگر ایک بیوی سے اولاد ہے تو باقی بیویاں جو اس کی اولاد کے لیے تو سوتیلی مائیں ہیں ان کو بھی وہ باپ کا مال سمجھ کر اپنی وراثت میں لے لیتے تھے۔ اگرچہ اس رواج کو ان کے ہاں بھی برا سمجھا جاتا تھا لیکن وہ اپنی ماں کو تو ماں سمجھتے تھے باقی عورتیں جو ان کی سوتیلی مائیں تھی ان کو باپ کی وراثت کا مال سمجھتے تھے اور عموماً سب سے بڑا بیٹا لے لیتا تھا۔ تو اللہ نے یہاں اس سے منع فرمایا ہے کہ عورتوں کو زبردستی اپنی وراثت میں نہ لے لو، یہ صحیح طریقہ نہیں ہے۔ مال اور چیز ہے عورتیں اور چیز ہیں، عورتیں شرفِ انسانیت سے مشرف ہیں ان کو ڈھور ڈنگروں کے طریقے پر نہ سمجھو۔

وَلَا تَعۡضُلُوهُنَّ لِتَذۡهَبُواْ بِبَعۡضِ مَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ اور نہ روکے رکھو ان عورتوں کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ وہ مال جو تم نے ان کو دیا تھا

إِلَّآ أَن يَأۡتِينَ بِفَٰحِشَةٖ مُّبَيِّنَةٖۚ سوائے اس کے کہ وہ کوئی واضح بے حیائی کا ارتکاب کریں

وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۚ اور ان کے ساتھ معاشرت کرو بھلے طریقے پر

فَإِن كَرِهۡتُمُوهُنَّ پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو

فَعَسَىٰٓ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـٔٗا تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو

وَيَجۡعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيۡرٗا كَثِيرٗا ١٩ اور اللہ نے اس میں خیر کثیر رکھا ہو

اللہ تعالیٰ توجہ دلا رہا ہے کہ طلاق دے کر عورت سے علیحدگی اختیار کر لینا یہ عام طور پر پسندیدہ نہیں ہے۔ اس میں اتنے نفسیاتی مسائل ہیں کہ آدمی کبھی کبھی غصے میں یہ کام کر بیٹھتا ہے، بعد میں بہت پریشان ہوتا ہے۔ تو اللہ نے توجہ دلائی ہے کہ اگر تم اپنی بیوی کی کسی بات کو پسند نہیں کرتے تو اس کی وجہ سے اسے طلاق نہیں دینی چاہیے بلکہ اس کے ساتھ نبھانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اگر اس کی کوئی ایک بات تمہیں ناپسند ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کئی خوبیاں بھی رکھی ہوں اور اس سے تمہیں بہت خیر حاصل ہو جائے۔ اگر اس کو طلاق دے کر کسی اور عورت سے نکاح کرو گے تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ اس میں کوئی خامی نہیں ہوگی اور وہ تمہارے لیے ہر لحاظ سے اس سے بہتر ہوگی؟۔

وَاِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ اور اگر تم نے ارادہ کرلیا ہے اپنی بیوی (کو طلاق دے کر اس) کی جگہ کوئی اور بیوی لانے کا

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی ایک ہی بیوی ہو اور اس کو طلاق دے کر دوسری بیوی لانا چاہتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کی چار ہی بیویاں ہوں ان میں سے کسی کو طلاق دے کر کسی اور عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر تم اپنی کسی بیوی کو طلاق دینا چاہتے ہو

وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰٮهُنَّ قِنۡطَارًا اور تم نے ان سے میں کسی کو ڈھیروں مال دیا تھا

مہر کے طور پر دیا تھا یا بعد میں تحفے تحائف بھی دیے تھے اور اب اس عورت کو طلاق دے رہے ہو

فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـــًٔا تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو

یہ واپس لینا تمہاری مردانگی کے خلاف ہے

اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۲۰﴾ کیا تم وہ واپس لینا چاہتے ہو بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے؟

وَكَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ اور کیسے تم ان سے وہ مال واپس لو گے

وَقَدۡ اَفۡضٰى بَعۡضُكُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ حالانکہ پہنچ چکا ہے تم میں سے ایک دوسرے تک

یعنی تم نے ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرلیا اور تم ایک دوسرے سے بے حجاب ہو چکے ہو

وَّاَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۲۱﴾ اور لے چکی وہ عورتیں تم سے پختہ عہد

نکاح کے وقت ان عورتوں نے تم سے یہ عہد بھی لیا ہے کہ تم ان کے نان نفقہ کے ذمہ دار ہو گے۔

وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ اور تم اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے آباء نے نکاح کیا ہے مگر جو ہو چکا

یہ پھر اسی بات کی وضاحت آ گئی کہ تمہارے آباء واجداد نے جن عورتوں سے نکاح کیا ہو، وہ تمہارے نکاح میں نہیں آ سکتیں۔

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقۡتًا وَّ سَآءَ سَبِيۡلًا ﴿۲۲﴾ بے شک یہ بہت بے حیائی کا اور اللہ کے غضب کو بھڑکانے والا کام ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے

آیات 23 تا 24

اب یہاں سے کسی بھی مرد کی چندوہ رشتہ دار خواتین گنوائی جا رہی ہیں جن سے اُس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ ان میں کچھ خواتین تو مُحرّماتِ ابدیہ ہیں جن سے آدمی کا کبھی بھی نکاح نہیں ہو سکتا اور کچھ خواتین ایسی ہیں جو عارضی مُحرّمات ہیں اور ان سے فی الحال نکاح نہیں ہو سکتا۔ پھر ان محرمات خواتین کا ذکر کرنے بعد فرمایا گیا ہے کہ ان کے علاوہ پوری دنیا کی خواتین تمہارے لیے حلال ہیں کہ ان سے نکاح کر لو اور بیاہ کر اپنے گھر لے آ ؤ۔ اگرچہ ہوتا یہ ہے آدمی کو جس چیز سے منع کیا جاتا ہے اسی کو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی چونکہ قریبی رشتے ہوتے ہیں تو اسی میں پھر ساری گڑبڑ ہوتی ہے اور جو معاشرہ بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ اخلاقی سطح پر بہت نیچے چلا جاتا ہے۔

حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ حرام کر دی گئیں ہیں تم پر

اُمَّهٰتُكُمۡ وَبَنٰتُكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں

وَعَمّٰتُكُمۡ وَخٰلٰتُكُمۡ اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں

وَبَنٰتُ الۡاَخِ وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ اور بھائی کی بیٹیاں (بھتیجیاں) اور بہن کی بیٹیاں (بھانجیاں)

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے

یعنی رضاعی مائیں

وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور تمہاری رضاعی بہنیں

کسی لڑکی اور لڑکے نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے تو وہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں ان کا بھی آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا۔

وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ اور تمہاری بیویوں کی مائیں

یعنی ساس سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا

وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ اور تم نے جن بیویوں سے مباشرت کی ہے ان کی بیٹیاں، جو تمہاری پرورش میں ہوتی ہے

آدمی نے کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کیا جس کی سابقہ شوہر سے کوئی بیٹی ہے، تو فرمایا کہ اگر اس عورت سے تمہاری خلوتِ صحیحہ یا مباشرت ہوئی ہے تو پھر اس کی بیٹی بھی تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ پھر اگر اس سے تمہاری مباشرت نہیں ہوئی تھی

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ تو تمہارے لیے کوئی گناہ نہیں ہے

اگر کسی عورت سے نکاح ہوا تھا پھر کسی وجہ سے مباشرت یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی اور علیحدگی ہوگئی تو اس کی بیٹی تمہارے لیے حلال ہے، تم اس سے نکاح کرنا چاہو تو کرلو

وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ اور تمہارے اُن بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری پشت سے ہوں

اپنے صلبی بیٹے کی بیوی یعنی بہو سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔

وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اور یہ بھی (حرام کردیا گیا ہے) کہ تم دو بہنوں کو (ایک وقت نکاح میں) جمع کرو مگر جو ہو چکا

ایک آدمی کے نکاح میں ایک عورت ہے اب جب تک وہ عورت اس کے نکاح میں ہے اس وقت اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتے۔ جو ہو چکا وہ ہو چکا۔ اس کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا آئندہ کے یہ احکام ہیں جن کی پیروی ضروری ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۲۳﴾ بے شک اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے

وَّ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اور خاوند والی عورتیں

حصن کہتے ہیں قلعے کو۔ محصنہ اس عورت کو کہتے ہیں جو کسی کی گھر والی یعنی بیوی ہو، وہ چار دیواری کے اندر محفوظ ہوتی ہے اور محصنہ کا لفظ کنیز کے مقابلے میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی جو غلام لونڈیاں ہوتی تھیں کنیزیں ہوتی تھیں ان کی کوئی معاشرتی حیثیت نہیں ہوتی تھی، ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا تھا، ان کے کوئی حقوق نہیں ہوتے تھے وہ تو بھیڑ بکریوں کی طرح زرخرید ہوتی تھیں۔ اسلام نے اگرچہ ان کو عزت دی ہے لیکن جو پہلے معاشرہ بالفعل موجود تھا اس میں تو ان کی کوئی عزت نہیں تھی۔ ان کے مقابلے میں جو خاندان والی عورتیں ہیں جن کا کوئی بھائی بند ہے رشتے دار ہیں کہ اس کی کہیں شادی ہو جائے اور شوہر اس پر زیادتی کرے تو پورا خاندان اس کا بدلہ لینے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوگا تو اس کو بھی محصنہ کہتے ہیں۔ تو یہاں پہلے والی محصنہ کا ذکر ہے کہ یعنی خاوند والی عورتیں جو کسی گھر میں آباد ہیں جن کا نکاح ہوا ہے، ان عورتوں سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ عارضی محرمات ہیں یعنی ایک شادی شدہ عورت جو کسی گھر میں بس رہی ہے اس سے اِس وقت تمہارا نکاح نہیں ہوسکتا، وہاں سے اس کو کسی وجہ سے طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر فوت ہو جائے وہ آزاد ہو جائے پھر اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ یہ عارضی محرمات میں سے ہیں۔ اس کو جوڑ لیجیے اُس کے ساتھ جو بنی اسرائیل کی آزمائش کے لیے ہاروت اور ماروت فرشتے اُترے تھے اور ان سے وہ لوگ ایسا علم سیکھتے تھے ﴿مَا یُفَرِّقُوۡنَ بِهٖ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَ زَوۡجِهٖ﴾ جس کے ذریعے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔ ایسے ہی ہوتا ہے کہ کسی کو کوئی عورت پسند آ گئی اب وہ کسی کے نکاح میں ہے تو ایسے چکر چلائے جائیں گے کہ کسی طرح ان کی تفریق ہو جائے تاکہ معاملہ جلدی حل ہو جائے یا تاریخ میں ایسا بھی ہے کہ کسی بادشاہ کو کوئی عورت پسند آئی، بادشاہ نے اس کے شوہر کو جنگ میں بھیج دیا کہ جاؤ دشمن سے لڑو، وہاں وہ قتل ہو گیا تو اس کی عورت سے نکاح کر لیا۔ ’’خوئے بدرا بہانہ بسیار‘‘ جب آدمی کوئی غلط کام کرتا ہے تو پھر اسی طرح کے چکر چلاتا ہے۔ جو عورتیں خاوند والی ہیں وہ بھی تم پر حرام ہے

اِلَّا مَا مَلَکَتۡ اَيۡمَانُکُمۡ مگر وہ عورتیں جو تمہاری ملک یمین ہوں

یعنی ایسی عورتیں جو کسی جنگ میں پکڑی جائیں اور غلام باندی بنالی جائیں اگرچہ ان کے وہاں

خاوند موجود ہوں گے لیکن اس جنگ میں پکڑے جانے کی وجہ سے ان کا سٹیٹس تبدیل ہو گیا اب چاہے ان کے خاوند دارالکفر میں موجود ہوں گے لیکن اب وہ تمہاری ملک یمین ہیں یعنی تم ان کے مالک ہونے کی وجہ ان سے مباشرت کر سکتے ہو یا تم ان کو کسی اور کے نکاح میں دے سکتے ہو۔

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا حکم ہے

وَاُحِلَّ لَـكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰ لِكُمۡ اور تمہارے لیے ان عورتوں کے سوا دنیا کی ساری عورتیں حلال کر دی گئی ہیں

اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ کہ اپنے مال کے ذریعے ان کو حاصل کر لو

یعنی مہر ادا کرو، خرچہ کرو اور اپنے نکاح میں لے آؤ

مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ جبکہ تم ان کو قیدِ نکاح میں لاؤ صرف مستی نکالنے والے نہ ہو

نکاح اور متعہ میں یہی فرق ہے کہ نکاح میں پوری زندگی عورت کو گھر میں بسانا مقصود ہوتا ہے، اگر وقتی طور پر نکاح کیا جا رہا ہے مثلاً ایک دن، ایک ہفتہ یا ایک مہینہ یا ایک دو سال کے لیے نکاح کر رہے ہیں تو یہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ اہلسنّت کے نزدیک یہ بدکاری ہے، نکاح نہیں ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ مُّحۡصِنِيۡنَ قید نکاح میں لانا اور گھر بسانا مقصود ہو، اور غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ صرف اپنی مستی نکالنا اور اپنے جذبات کی تسکین مقصود نہ ہو۔

فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ پھر ان عورتوں میں سے جس کو تم کام میں لائے

جس کے ساتھ تم نکاح کر لو اس سے تمہاری خلوت صحیحہ بھی ہو جائے

فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً پھر ان کو ان کے مہر ادا کرو جو مقرر ہوئے ہیں

وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ اور اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں جس پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ مقرر ہونے کے بعد

یعنی مہر مقرر کرنے کے بعد اس کی مقدار میں آپس میں رضامندی سے کچھ کمی بیشی کر لو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ جیسے پہلے بھی آ چکا کہ عورتیں معاف کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن زبردستی کرو گے تو اللہ جانتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۲۴﴾ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے اور حکمتوں والا ہے

(نثر مکرر)

رمضان المبارک سے قبل اس کی تیاری

اویس پاشا قرنی

رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صلحائے اُمت آمدِ رمضان کے منتظر رہا کرتے اور جب رَجب کا مہینہ شروع ہوتا تو یہ دُعا فرماتے: ((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وشَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ)) (مشکوٰۃ شریف) ’’اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا‘‘۔

یہ طرزِ عمل اُن کے انتظار و شوق اور تیاریٔ رمضان پر شاہد ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ ماہِ مغفرت ہے۔ پس رمضان کی برکات سے اِستفادہ اور رمضان میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کے لیے ذہنی و عملی تیاری بہت ضروری ہے جس کی بابت اہم امور درج ذیل ہیں:

احساس فضیلت ماہِ رمضان سے وہی آدمی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جسے اس کی فضیلت کا اندازہ ہوگا۔ یہ معلومات انسان کے ذوق وشوق میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ اس کا بہترین ذریعہ احادیث پاک ہیں جو فضائلِ رمضان کے عنوان سے مجموعہ ہائے حدیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان میں شیاطین اور سرکش جن قید کر دیے جاتے ہیں، رحمت اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور آواز لگائی جاتی ہے اے نیکی کرنے والے آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے برائی سے پیچھے ہٹ جا، نیز رمضان کی ہر رات بہت سارے لوگوں کو دوزخ سے نجات دی جاتی ہے۔ (ترمذی ودیگر)

مسائل کا علم رمضان سے قبل اور دوران، روزے کے مسائل کا بھی علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ مفسدات ومکروہات سے بچا جاسکے اور آداب وشرائط کے ساتھ یہ فریضہ ادا ہو۔ اسی طرح جن افراد کا اعتکاف کا ارادہ ہو، انہیں اس کے مسائل وآداب سے بھی واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔

معمولات کا تعین قبل از رمضان ہی اس مہینہ کے معمولات کا تعین کر لینا چاہیے، زیادہ سے زیادہ وقت عبادات ودینی مشاغل کے لیے فارغ کرنے کی کوشش کی جائے۔ لایعنی اُمور سے مکمل اجتناب کے عزم کے ساتھ اپنے لیے خود قابل عمل اَہداف معین کرنے چاہئیں جیسے روزانہ تلاوتِ قرآن حکیم کے نصاب میں گراں قدر اضافہ، کسی تفسیر یا دینی کتب کا مطالعہ اور دروسِ قرآن کی سماعت وغیرہ۔

رمضان المبارک کے اہم اعمال

روزہ (صیام) اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزے کی عبادت کو فرض قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی بھی رمضان کا مہینہ پائے تو وہ (لازماً) روزے رکھے''۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ رکھے اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (صحیح بخاری) مزید فرمایا: ''انسان جو بھی عمل کرتا ہے اُس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے لیکن روزے کی بابت اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ یہ عمل چونکہ خاص میرے لیے ہے اس لیے میں ہی اس کی جزا دوں گا کیونکہ روزہ دار صرف میری خاطر اپنی جنسی خواہش، کھانا اور پینا چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اسے روزہ کھولتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔'' (صحیح مسلم)

روزے کی حفاظت بہت ساری احادیث میں روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے۔ یہ ڈھال انسان کو دنیا میں برائی اور آخرت میں عذاب سے بچاتی ہے لیکن اس بچاؤ کا انحصار ڈھال کی مضبوطی پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''روزہ تمہارے لیے ڈھال ہے جب تک اسے توڑ نہ ڈالو'' (سنن دارمی) امام دارمی فرماتے ہیں کہ توڑنے سے مطلب غیبت وغیرہ

میں ملوث ہونا ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ”جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ یہ شخص کھانا پینا چھوڑے“ (صحیح بخاری)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مثال چند کاموں کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ فحش گوئی کرے اور نہ ہی شور و غل مچائے اگر کوئی دوسرا اسے گالی دے یا لڑنے کی کوشش کرے تو اُس کو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔“ (بخاری)

قیام (تراویح) رمضان المبارک کی راتوں میں نفل نماز کا ادا کرنا حد درجہ باعث فضیلت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامِ رمضان کی ترغیب دلاتے تھے بغیر اس کے کہ اسے فرض قرار دیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ”جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان کی حالت میں، ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔“ (صحیح مسلم)

عظمتِ صیام و قیام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”روزہ اور قرآن دونوں بندے کے حق میں سفارش کریں گے، روزہ عرض کرے گا! اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا، اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما چنانچہ دونوں کی سفارش قبول ہو جائے گی۔“ (مسند احمد)

فہم و تلاوت قرآن رمضان اور قرآن کا باہم گہرا تعلق ہے۔ نزولِ قرآن رمضان میں ہوا اور ”دورۂ قرآن“ بھی رمضان ہی میں قرار پایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان علیہ السلام سے قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے“ (صحیح بخاری)۔ اس لیے رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت و ترتیل کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ فہم قرآن کے لیے دورۂ ترجمہ قرآن کے اجتماعات میں حاضر ہونا بہت ہی فائدہ مند ہے۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ انفرادی طور پر بھی تلاوت و ترجمہ اور مطالعہ تفسیر کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اعمالِ صالحہ کا زیادہ اہتمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ”روزے داروں میں سے زیادہ اجر کسے ملے گا“ فرمایا ”اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے کو“ (مسند احمد)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کی برکت سے رمضان کا اجر زیادہ ہو جاتا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ

رمضان میں نوافل کا اجر فرض کے برابر جبکہ فرض کا اجر ستر گنا کر دیا جاتا ہے۔(صحیح ابن خزیمہ)۔ پس ہمیں رمضان میں اللہ کے ذکر اور دیگر نیکیوں کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

روزہ افطار کروانا نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کروایا اسے روزے دار کے برابر اجر ملے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی کی جائے'' (جامع ترمذی)۔ البتہ افطاریوں میں اتنی کثرت و تکلف سے بچنا چاہیے کہ عبادات کا حرج ہونے لگے۔

سحری کرنا بعض لوگ رات کو ہی کھا کر سو جاتے ہیں اور سحری کے وقت بیدار نہیں ہوتے، یہ مناسب نہیں ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے: ''سحری کیا کرو کہ بیشک سحری میں برکت ہے۔'' (بخاری)

آخری عشرے کا اہتمام ماہ رمضان کے آخری عشرے کی خصوصی فضیلت ہے۔ ''جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپ ﷺ باہتمام شب بیداری فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔'' (بخاری)

اعتکاف آخری عشرے کی خاص عبادت اعتکاف ہے۔ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات سے دوچار کیا۔ (مسلم)

لیلۃ القدر کی تلاش یہ وہ عظیم رات ہے جس میں قرآن پاک کا نزول ہوا، یہ اپنی عظمت میں ہزار رات سے بڑھ کر ہے۔ اس میں خاص برکتوں و رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کی عبادت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ''لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں (بذریعہ عبادت) تلاش کیا کرو'' (متفق علیہ) دیگر روایات میں بطور خاص آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش (یعنی عبادت) کا حکم دیا گیا ہے۔

دعوتِ دین رمضان میں چونکہ نیکی کی طرف ایک عام رغبت پائی جاتی ہے لہٰذا دعوتِ دین کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے کہ یہ کام بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔ اپنے عزیز و اقارب کو فرائض دینی کی تلقین کے ساتھ، دینی لٹریچر کی تقسیم، دورۂ ترجمہ قرآن اور دیگر دینی اجتماعات میں شرکت کی دعوت کے ذریعے دعوتِ دین میں سے اپنا حصہ لیا جا سکتا ہے۔

مال و دولتِ دنیا کی حقیقت

3

انجینئر عبداللہ اسماعیل

گزشتہ گفتگو کا خلاصہ:

گزشتہ دو ماہ سے اس موضوع پر گفتگو جاری ہے کہ مال و دولت سے متعلق ہمارا دین ہمیں کیا ہدایات دیتا ہے؟ گزشتہ نشستوں کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس جو مال ہے یہ ہم نے اپنے علم اور اپنی قابلیت کے بل بوتے پر حاصل کیا ہے، کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مال دیا تو اللہ تعالیٰ نے ہے لیکن جس کے پاس مال ہے یہ اس کی عزت کی علامت ہے اور جس کے پاس مال نہیں ہے وہ اس کی ذلت کی علامت ہے اور کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہمیں جو یہ مال ملا ہے ہمارے اندر کوئی خاص بات ہے اور یہی خاص بات آخرت میں بھی ہوگی وہاں بھی اللہ تعالیٰ ہمیں بہت کچھ عطا کرے گا۔ پھر ہم نے پڑھا کہ قرآن مجید ان سارے نظریات کا ردّ کرتا ہے اور قرآن مجید کہتا ہے کہ ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے''۔ یہ آزمائش کسی کو مال دے کر بھی ہے اور یہ آزمائش کسی کو مال نہ دے کر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو زیادہ مال دیتا ہے تو یہ بھی آزمائش ہے، اللہ تعالیٰ کم مال دیتا ہے تو وہ بھی آزمائش ہی ہوتی ہے۔ انسان ایک امتحان میں ہے۔ پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جس کو زیادہ مال ملا ہے اس کا امتحان زیادہ سخت ہے یا جس کو مال کم ملا ہے اس کا امتحان زیادہ سخت ہے؟ قرآن مجید میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سارے بندوں کے لیے رزق کو کشادہ کر دیتے تو وہ زمین میں سرکش

ہوجاتے۔(الشوریٰ: 27)۔گویا زیادہ مال انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والا ہے، انسان کی معاشی حالت کمزور ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد رہتی ہے۔مزید براں یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ مال کی آزمائش سخت ہے لیکن جو لوگ اس آزمائش میں کامیاب ہوجائیں ان کا درجہ بہت اعلیٰ ہے، جنہوں نے اس مال کو صحیح طریقے سے خرچ کیا وہ بڑے اعلیٰ درجات پا گئے۔ہم نے حدیث بھی پڑھی تھی کہ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ غریب تھے انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ امیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ہم سے آگے نکل گئے، جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں ویسے وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم باقی نیکی کے کام کرتے ہیں وہ بھی کام کرتے ہیں لیکن ان کے پاس مال ہے وہ مال خرچ کرکے جنت میں اعلیٰ درجہ پا رہے ہیں ہمارے پاس مال نہیں ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسبیحات سکھائی، جس کو ہم تسبیحاتِ فاطمہ کہتے ہیں، اس پر انہوں نے عمل شروع کیا لیکن کچھ عرصہ بعد پھر روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ وہ امیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ہمارے اس عمل کا پتہ لگ گیا انہوں نے یہ عمل بھی شروع کردیا ہے۔اب ہم کیا کریں گے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اس کو عطا کرتا ہے۔ان کو ایک آزمائش میں ڈالا گیا ہے اگر وہ اس آزمائش میں کامیاب ہو رہے ہیں تو چونکہ آزمائش سخت ہے تو درجہ بھی بلند ہوگا۔

گزشتہ نشست میں ہم نے پڑھا تھا کہ جو غریب لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کم مال دیا ہے ان کے لیے بھی اعلیٰ درجات کا حصول ممکن ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار طرح کے لوگوں کا ذکر کیا۔ایک آدمی وہ ہے کہ جس کے پاس مال ہے اور ساتھ علم بھی ہے کہ مال کیسے خرچ کرنا ہے وہ اپنے مال کو بڑے اچھے انداز سے خرچ کر رہا ہے یہ آخرت میں سب سے اعلیٰ درجے پر ہے۔دوسرا آدمی وہ ہے کہ جس کے پاس مال نہیں ہے لیکن علم ہے اور اس کی نیت ٹھیک ہے اس کے پاس اگر مال ہو اور اس کے ارادے بھی یہی ہیں کہ اگر مال ہو تو میں اس کو صحیح جگہ پر خرچ کروں گا۔تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے کہ یہ دوسرا آدمی جو کہ غریب ہے مال نہ ہونے کے باوجود اپنی صحیح نیت کی وجہ سے پہلے آدمی کے درجے پر ہوگا۔اس طرح دو اور آدمیوں کا تذکرہ کیا۔ایک وہ ہے کہ جس کے پاس مال ہے لیکن علم نہیں ہے وہ مال کو غلط خرچ کر رہا ہے تو وہ آدمی بہت ہی برا ہے اور چوتھا آدمی جو شاید اس سے بھی بدبخت ہے کہ جو غریب ہے اور اوپر سے نیت بھی خراب ہے

ارادے بھی ٹھیک نہیں ہیں، اس کی خواہش ہی یہ ہے کہ اگر میرے پاس مال آئے تو میں بھی فلاں غلط آدمی کی طرح خرچ کروں اس کو اڑاؤں اللے تللے کروں۔ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ یہ انسان اپنے آخرت کے درجے کے حساب سے تیسرے آدمی جیسا ہے۔ اس کے پاس مال نہیں ہے لیکن چونکہ ارادے اور نیت خراب ہے۔ اور پھر ہم نے یہ بات بھی پڑھی تھی کہ انسان نیت اچھی رکھے، کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے اگر غریب بنایا ہے تو اس کی نیت اگر اچھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو آزما بھی لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی غریب کو تھوڑے سے پیسے دے کر دیکھ بھی لیتا ہے کہ جب اس کے پاس پیسے آتے ہیں تو یہ کرتا کیا ہے۔ ویسے غریب انسان دل میں خواہش رکھے کہ جب مال آئے گا تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں گا اور اچھے انداز سے کروں گا۔ لیکن جیسے ہی تھوڑا سا مال آئے اور انسان اپنی دنیاوی لحاظ سے عرصے سے دل میں دبی ہوئی جو خواہشیں تھیں وہی پوری کرنے لگ جائے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ شاید وہ اپنی نیت میں ٹھیک نہیں تھا۔

یہ تو تھا گزشتہ دو دروس کا خلاصہ کہ امیر بھی اپنے امتحان میں کامیاب ہونے کی وجہ سے بڑا اعلیٰ درجہ پائیں گے اور غریب بھی اگر واقعتاً ان کی نیت خالص ہے تو اعلیٰ درجہ پائیں گے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ مال انسان کی محنت کی کمائی نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی دَین ہے وہ کسی کو زیادہ دے رہا ہے اور دیے جا رہا ہے تھوڑی سی محنت سے بہت زیادہ اس کو مل رہا ہے وہ مٹی میں ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ کوئی انسان ہے جو صبح سے شام تک محنت کیے جا رہا ہے لیکن کچھ حاصل نہیں ہو رہا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ محنت کا حاصل نہیں ہے، یہ علم کا حاصل نہیں ہے اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ تو کسی کو اللہ تعالیٰ نے امیر بنا دیا ہے سخت امتحان میں ڈالا ہے لیکن بھرپور موقع ہے کہ آخرت میں اعلیٰ درجات حاصل کر سکے۔ کسی کو غریب بنا دیا ہے پیسے نہیں دیے ہیں دنیا کی جائز ضروریات بھی پوری نہیں ہو رہی اس کے پاس بھی بھرپور موقع ہے کہ اس پہلے والے انسان تک پہنچ جائے۔

ہماری خواہش کیا ہونی چاہیے؟

آج ہم یہ بات پڑھنے لگے ہیں کہ ہم اپنے لیے اس میں سے کون سی چیز پسند کریں؟ ہم تو یہ دیکھیں گے کہ آنحضورﷺ نے اپنے لیے کس چیز کو پسند کیا۔ چند احادیث پڑھیں گے جس

میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔

01۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ أَحْیِنِیْ مِسْکِیناً وَ أَمِتْنِیْ مِسْکِیناً
وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

''اے اللہ! تو مجھے مسکینی اور بے سروسامانی کی حالت میں زندہ رکھ اور تو مجھے مسکینی کی حالت میں موت دے اور قیامت والے دن مجھے مساکین کے زمرے میں کھڑا کرنا''۔

حقیقت یہ ہے کہ مال کا فتنہ بہت بڑی آزمائش ہے۔ پہلے بھی میں نے عرض کیا تھا کہ مال اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہاں اللہ تعالیٰ نے دنیاوی طور پر کچھ اسباب اس کے ساتھ منسلک کر دیے ہیں انسان کو تھوڑی سی محنت کرنی پڑتی ہے انسان کو دکان پہ بیٹھنا پڑتا ہے کاروبار کرنا پڑتا ہے نوکری کرنی پڑتی ہے اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مال دے رہا ہوتا ہے۔ انسان کو لگتا یہی ہے کہ یہ میری محنت کا ہے اور پھر اپنی محنت سے کمائے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھنا اور اس میں سے اتنا ہی حصہ اپنا سمجھنا کہ جس سے جائز ضروریات جائز طریقے سے پوری ہو جائیں اور پھر باقی مال کو دائیں بائیں لوگوں کا حق سمجھنا کہ ان کا حق ہے جو میرے مال میں آ گیا ہے یہ بہت بڑی آزمائش ہے۔ اس کے برعکس مسکین آدمی کہ جس کا حق دوسروں کے مال میں ہے، اس کو ضرورت سے کم دیا گیا ہے اس کے اوپر دائیں بائیں کے لوگوں کی ذمہ داری نہیں ہے، اگر علاقے میں کوئی بچہ یتیم ہو گیا ہے تو امیر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کے سر پر ہاتھ رکھیں۔ کوئی عورت بیوہ ہو گئی ہے یا کسی کی مالی امداد کا مسئلہ ہے تو امیروں کے اوپر زیادہ ذمہ داری ہے، غریب آدمی پر اس طرح کی ذمہ داریاں نہیں ہیں۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کو اپنے لیے پسند فرمایا ہے، اس کو اپنی دعا کا حصہ بنایا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے مسکین والی زندگی عطا فرما، مسکینی والی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے قیامت والے دن مساکین کے زمرے میں کھڑا فرما۔

02۔ یہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھی تلقین کی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو آپ نے فرمایا:

اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ (مسند احمد)

''اے معاذ! عیش پرستی میں نہ پڑ جانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے عیش پرست نہیں ہوتے''۔

03۔ ایک اور حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْقَلِيلِ مِنَ الْعَمَلِ

''جو آدمی اللہ تعالیٰ کے تھوڑے رزق پر راضی رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جائے گا''۔(شعب الایمان)

04۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے دنیا میں محبت کرتا ہے۔ حضرت عمران بن حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيرَ الْمُتَعَفِّفَ أَبَا الْعِيَالِ (ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ اپنے اس مومن بندے سے محبت کرتا ہے جو فقیر ہے یعنی خوشحال نہیں ہے، وہ لوگوں سے مانگتا نہیں ہے اور بال بچوں والا ہے۔ گویا جس مومن بندے کی ضروریات بمشکل پوری ہو رہی ہیں اور وہ کسی غیر کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا اور اپنی محدود آمدنی اور کم وسائل کے ساتھ ہی گزارا کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

05۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کا نتیجہ بھی یہی ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا، كَمَا يَظَلُّ أَحَدُكُمْ يَحْمِي سَقِيمَهُ الْمَاءَ

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے ایسے بچاتا ہے جیسے تم اپنے مریض کو پانی سے بچاتے ہو''۔(ترمذی)

ایسا مریض جس کو پانی سے تکلیف ہوتی ہو اس کو پانی سے بچایا جاتا ہے اور بڑی احتیاط کی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جب کسی آدمی سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے دور ہی رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پتا ہے کہ یہ دنیا کا مال و دولت انسان کو یادِ الٰہی سے غافل کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے آخرت میں حساب کتاب میں بھی مشکل ہوتی ہے۔ تو کسی مسلمان کا غریب ہو جانا، مسکین ہو جانا اور اس کے پاس مال و دولت کا نہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی ہے۔

06۔ ایک حدیث مبارکہ میں اس حوالے سے یہ بات بھی آئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

محبت کرنے والوں کو دنیا کے مال و دولت اور اس کے اثرات بد سے بچایا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّكَ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔

قَالَ: انْظُرْ مَا تَقُولُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو

فَقَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اس آدمی نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔

قَالَ: إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم واقعتاً سچے ہو تو پھر فقر کا اوڑھنا تیار کر لو

لَلْفَقْرُ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّبِيلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ۔ کیونکہ جو آدمی مجھ سے محبت کرتا ہے اس کی طرف فقر اس سے زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنا سیلاب کا پانی اپنی انتہا کی طرف جاتا ہے۔

جو واقعتاً اس راستے پر چلتے ہیں اُن پر دنیاوی مشکلات آتی ہیں خاص طور پر مال کی پریشانی آتی ہے، لہٰذا انھیں فقر کا اوڑھنا تیار کر لینا چاہیے یعنی فقر پر صبر کرنے کے لیے ذہناً تیار رہنا چاہیے۔

07۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ آدَمَ: دو چیزیں ایسی ہیں جن کو آدم کا بیٹا ناپسند کرتا ہے

يَكْرَهُ الْمَوْتَ، وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ،

وہ موت کو ناپسند کرتا ہے جبکہ موت تو مومن کے لیے بہت بہتر ہے فتنے سے۔ کہ آزمائش کے حالات میں ڈال دیے جائیں اور اس کے بعد انسان اپنے ایمان سے محروم ہو جائے، اس سے بہتر یہی ہے کہ ایمان پر موت آ جائے۔

وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ أَقَلُّ لِلْحِسَابِ

اور آدم کا بیٹا مال کی کمی کو بڑا ناپسند کرتا ہے چاہتا ہے کہ خوب مال ہو جبکہ مال کا کم ہونا تو حساب کو بہت کم کر دینے والا ہے۔

مال کے بغیر اس دنیا میں آزمائش ضرور ہے کہ انسان اپنی جائز ضروریات بھی پوری نہیں کر پا رہا کہ پیسے ہی نہیں ہیں، حرام میں منہ مارنے کی اجازت نہیں ہے اور جو حلال سے آ رہا ہے وہ پورا نہیں پڑ رہا۔ اب کیا کیا جائے؟ ایک مسلسل صبر کی زندگی ہے جو اس دنیا میں گزارنی ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کو کتنی جلدی آخرت میں جنت میں بھیج دیں گے؟ اس دنیا کی زندگی پچاس سال، ساٹھ سال، ستر سال، اسّی سال یا سو سال ہے یہ اس طرح کی زندگی بسر کرنی ہے کہ جس میں ساری ضروریات پوری نہیں ہو رہی اور اس کے مقابلے میں ہم نے جو حدیث میں پڑھا تھا کہ غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔ گویا میدانِ حشر میں حساب دینے یا باری آنے کے لیے نہ معلوم کتنا کھڑا رہنا پڑے گا۔ تو اس دنیا کے پچاس، ساٹھ، ستر سال جس میں انسان کو کچھ نہ کچھ تو مل رہا ہے اور وہ قیامت کا دن جس میں حساب کتاب ہوگا اور سورج بہت قریب ہوگا اس دن کی سختی اس دنیا کے سالوں کے برابر نہیں گنی جا سکتی۔ اور تب بھی وہ دس گنا زیادہ ہیں کہ دنیا کے پچاس سال ہیں اور وہ پانچ سو سال ہیں۔ تو بندۂ مومن چاہتا یہ ہے کہ میرے پاس مال ہو وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے۔ حالانکہ یہ چیز اس کے فائدے کی ہے کہ مال کی کمی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب کو کم کر دینے والی ہے۔

مسکین کون ہے؟

اگلی بات یہ ہے کہ مسکین کون ہوتا ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے مسکینوں والی زندگی دے، مسکینوں والی موت عطا فرما، مسکینوں میں مجھے قیامت والے دن اٹھائے۔ مسکین کون ہوتا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِى يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِى لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ

’’مسکین آدمی وہ نہیں ہے جو ایک یا دو لقموں یا ایک یا دو کھجوروں کے لیے گھومتا پھرے لوگوں سے مانگتا پھرے بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جو اس قدر مال نہ پائے جو اسے بے نیاز کر دے۔ اور اس کی مسکنت کو بھانپا بھی نہیں جا سکتا کہ اس پر صدقہ کیا

جائے اور وہ کھڑا نہیں ہوتا کہ لوگوں سے سوال کرے''۔

اس کے پاس مال اتنا کم ہے کہ ساری ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں لیکن اس پر صبر کرنا، برداشت کرنا، دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے نہ لگ جانا۔ آنحضورﷺ نے اگر مسکینی کی دعا فرمائی ہے تو یہ نہیں ہوا کہ اگر کسی دن کھانے پینے کو گھر میں نہ ہوا تو دائیں بائیں سے مانگ لیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضورﷺ فجر کے بعد گھر تشریف لاتے اور پوچھتے کہ کچھ کھانے کو ہے؟ میں کہتی کہ آج تو کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ آنحضورﷺ فرماتے: فَاِنِّیْ اِذَنْ صَائِمٌ ٹھیک ہے آج ہمارا روزہ ہے، روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ کسی سے مانگنے کا تصور بھی نہیں تھا۔ تو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ مسکینی یا بے سروسامانی کی حالت جس کا ہم اپنے بارے میں سوچ رہے ہیں یا اپنے بارے میں ہم دعا کر رہے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہوں گے تو ہم دائیں بائیں لوگوں سے مانگ کر گزارا کر لیں گے۔ نہیں! بلکہ مسکینی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اگر ضرورت سے کم عطا کر رہا ہے، ہمارا مال اللہ تعالیٰ نے کسی اور آدمی کے مال میں رکھ دیا ہے لیکن ہم نے اس زندگی کو صبر سے گزارنا ہے، برداشت کرنا ہے۔

مساکین سے محبت کی اہمیت

تیسری بات اب اس میں یہ سمجھنے والی ہے کہ ایک آدمی کا خود مسکین ہونا یہ انسان کے بس میں نہیں ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مسکینی والی زندگی دے۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ یہ دعا قبول کر لے اور ہوسکتا کہ قبول نہ کرے۔ کوئی امیر آدمی حقیقت میں چاہتا ہو کہ میں غریب ہو جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ اس کو دیے چلے جا رہا ہے دیے چلے جا رہا ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ تو انسان کا خود مسکین ہو جانا یعنی اپنے مال کو ضائع کرنا اس کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی امیر آدمی اپنا سارا مال ضائع کر دے کہ میں مسکین ہونا چاہتا ہوں۔ یہ تو ایک دعا اور انسان کے دل کی نیت کا معاملہ ہے۔ اگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے مسکین بنایا ہوا ہے اس میں انسان کو گھبرانے والی بات نہیں ہے بلکہ انسان اس میں یہ سوچے کہ یہ تو وہ حالت ہے کہ جس کی آنحضورﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مسکین بنا دے۔ لیکن اگر انسان واقعتاً سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مسکینوں والی زندگی عطا فرما اور اللہ تعالیٰ اس کو دیے چلے جا رہا

ہے۔اب کیا کیا جائے؟اس کا ذکر بھی احادیث میں بہت ملتا ہے کہ پھر انسان مسکینوں سے محبت رکھے۔ایک امیر آدمی کا کسی غریب آدمی سے محبت کرنا بھی آسان کام نہیں ہے۔جس کے پاس کپڑے بھی ڈھنگ کے نہ ہوں جس کے پاس چیزیں بھی پوری نہ ہوں اس کے باوجود اس سے محبت کرنا ہمارے دین میں اس کا بھی بہت بڑا درجہ ہے۔

ایک طویل حدیث ہے جب آپ اس کا پس منظر سنیں گے تو آپ کو حیرانگی بھی ہو گی اور اس میں پھر جو آنحضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگی ہیں اس کا میں آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں۔اس حدیث کا مختصر ترجمہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صبح فجر کی نماز کے لیے ہم مسجد میں حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ کے تشریف لانے میں اتنی دیر ہوگئی کہ قریب تھا کہ سورج نکل آتا پھر آپ تیزی سے حجرے سے باہر تشریف لائے،نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے مختصر سی نماز پڑھائی کہ وقت بہت تھوڑا تھا۔پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آواز دے کر فرمایا سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ حضرات کو بتاتا ہوں کہ مجھے بروقت تم لوگوں کے پاس مسجد میں پہنچنے سے کس چیز نے روک لیا تھا۔فرمایا: میں نے رات کو اُٹھ کر وضو کیا اور پھر تہجد کی نماز پڑھی جتنی بھی مقدر میں لکھی گئی تھی، پھر میں اونگھنے لگا یہاں تک کہ مجھے گہری نیند آ گئی،اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہوں اور وہ بہت ہی اچھی صورت میں ہے (یا میں بہت ہی اچھی صورت میں ہوں کہ اپنے رب کی بارگاہ میں ہوں اور اس کی خاص تجلیات سے مستفید ہو رہا ہوں)۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کی: اے میرے رب میں حاضر ہوں۔اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ بتاؤ: ملأ اعلیٰ (عالم بالا کے مقرب فرشتے) کس بات پر آپس میں جھگڑ رہے ہیں؟ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے میرے رب! میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات تین مرتبہ پوچھی اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا۔ پھر آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رب ذوالجلال نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے اندر محسوس کی اور پھر ہر چیز روشن ہو کر میرے سامنے آ گئی اور میں سب کچھ پہچان گیا۔پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

اے محمد! میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ کہا: اب بتاؤ ملأ اعلیٰ کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا: کفارات کے بارے میں یعنی وہ چیزیں جو گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: (۱) باجماعت نماز کے لیے قدموں سے چل کر جانا، (۲) نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کے انتظار رہنا اور (۳) ناگواری کے وقت بھی وضو اچھی طرح کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اور کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ (میں نے کہا: درجات کے بارے میں یعنی وہ کام جن کے کرنے سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ پوچھا وہ کون سے کام ہیں؟) میں نے کہا: (۱) کھانا کھلانا، (۲) نرمی سے بات کرنا اور (۳) رات کو جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت اُٹھ کر نماز پڑھنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا کہ مانگو۔ اور پھر حضور ﷺ نے جو مانگا ایسا موقع کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے دل میں ڈالا تھا کہ اس وقت کیا مانگا جائے اور پھر وہ مشہور دعا ہے جو کہ آنحضور ﷺ نے اس وقت مانگی۔ فرمایا

اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ،

اے اللہ تعالیٰ میں آپ سے سوال کرتا ہوں نیکیاں کرنے کا اور برائیاں چھوڑنے کا

وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، اور میں آپ سے مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں

وَأَنْ تَغْفِرَ لِی وَتَرْحَمَنِی،

اور یہ کہ اے اللہ تعالیٰ! آپ میری مغفرت کر دیں اور مجھ پر رحم فرمائیں

وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِی قَوْمٍ فَتَوَفَّنِی غَيْرَ مَفْتُونٍ،

اور جب آپ کسی قوم میں فتنے کا ارادہ فرمائیں تو مجھے بغیر کسی آزمائش میں ڈالے اٹھالیں

وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِی إِلَى حُبِّكَ

اور اے اللہ تعالیٰ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور اس شخص کی محبت کا جو آپ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت کا جو مجھے آپ کی محبت کے قریب تر کر دے۔

آنحضور ﷺ نے یہ ساری بات سنانے کے بعد فرمایا: **اِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوهَا**

کہ یہ دعا بالکل برحق ہے، اسے خود بھی یاد کر لو اور دوسروں کو بھی پڑھاؤ اور سکھاؤ۔

اس دعا میں آنحضور ﷺ نے جو چیزیں مانگی ہیں وہ ساری ہی بہت اہم ہیں، ان میں تیسرے نمبر پر جس چیز کا آنحضور ﷺ نے اس اعلیٰ ترین مجلس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کیا وہ ہے حُبَّ الْمَسَاكِينِ اے اللہ تعالیٰ مجھے مساکین کی محبت عطا فرما۔کسی آدمی کو مال کم ملا ہے اس دنیا میں وہ مالی لحاظ سے آگے نہیں بڑھ سکا اس میں اس کا قصور نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اس آزمائش میں ڈالا ہوا ہے اور اگر وہ واقعی مسکینوں میں سے ہے، وہ پیچھے لپٹ لپٹ کر مانگ نہیں رہا ہے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس پر صبر کر رہا ہے گزارا کر رہا ہے تین وقت روٹی نہیں مل رہی ہے دو وقت کی روٹی پر گزارا کر رہا ہے تو ایسے مساکین سے محبت کی دعا مانگی ہے۔

پھر آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مساکین سے محبت کی بہت تلقین فرمائی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا ہے، ان سات میں سے سب پہلے جو بات کہی وہ ہے:

أَمَرَنِي بِحُبِّ الْمَسَاكِينِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ،

آپ ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا کہ مساکین سے محبت کرنا اور ان کے قریب ہونا۔

ان سے انسان کو کوئی بیر نہ ہو، انسان ان سے دلی طور پر گھبرائے نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کم دیا ہے اور اگر یہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں تو یہ کتنا عرصہ پہلے آسان حساب کتاب کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے۔کم وسائل سے دنیا کی زندگی گزارنا تو مشکل کام ہے انسان کی ضروریات ہیں اور انسان دائیں بائیں دیکھے کہ لوگ عیش کر رہے ہیں اور اس کے اپنے پاس نہ ہو اور پھر انسان حرام میں بھی منہ نہ مارے اور دوسروں سے مانگتا بھی نہ پھرے بلکہ برداشت کرے اور اپنے رب کے فیصلے پر راضی ہو جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ تعالیٰ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی والی موت عطا فرما اور مجھے مساکین کے زمرے میں قیامت والے دن کھڑا کیجیے“۔آگے پھر اسی حدیث کا حصہ ہے کہ

فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ یہ دعا کیوں فرما رہے ہیں؟

قَالَ :اِنَّھُمْ یَدْخُلُونَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ أَغْنِیَائِھِمْ بِأَرْبَعِینَ خَرِیفًا،

حضور ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ اپنے مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (اس حدیث میں چالیس سال کا ذکر ہے) پھر آپ نے فرمایا:

یَا عَائِشَۃُ لَا تَرُدِّی الْمِسْکِینَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ،

اے عائشہ! تم مسکین کو خالی ہاتھ واپس مت پھیرو۔ اگر تمہارے پاس دینے کے لیے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو تو وہی اس کو دے دو۔

یَا عَائِشَۃُ أَحِبِّی الْمَسَاکِینَ وَقَرِّبِیھِمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُقَرِّبُکِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کرو، ان کو اپنے قریب کرو۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ قیامت والے دن تجھے اپنے قریب کرے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا

ابْغُونِی فِی ضُعَفَائِکُمْ، فَاِنَّمَا تُرْزَقُونَ أَوْ تُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِکُمْ (ابوداوٗد)

’’تم میری رضا اپنے کمزوروں میں تلاش کرو۔ کیونکہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے یا تمہاری مدد کی جاتی ہے‘‘۔

بس یہ تھوڑی سمجھنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں تو تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں کوئی گورے رنگ والا کسی کالے رنگ والے کے مقابلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ اہم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجات تقویٰ کے اعتبار سے ہیں اور ہمیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رزق تقویٰ کے اعتبار سے نہیں بانٹا۔ کسی انسان کے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہے اور کسی کے پاس ضرورت سے بھی کم ہے۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سارے انسانوں کے پاس برابر مال ہوتا ہر کسی کی ساری ضروریات پوری ہو رہی ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ کچھ لوگوں کو زیادہ دیا ہے کچھ لوگوں کو کم دیا ہے۔ جن لوگوں کو زیادہ دیا ہے ان کو حکم ہے کہ وہ اپنے مال میں سے اپنا جائز حصہ اپنے استعمال میں لانے کے بعد ان لوگوں کا حق ان تک پہنچائیں۔ تو امیروں کے پاس زیادہ رزق غریبوں کا ہے جو ان کے مال میں ہے۔ انسان اس بات پر خوش نہ ہو کہ میرا علم اور میرا کاروبار اور میری نوکری اور میری بڑی پلاننگ ہے جس سے میں کما رہا ہوں۔ یہ

دائیں بائیں غریب لوگوں کا رزق ہے جو اس کے مال میں آ رہا ہے۔ آنحضورﷺ نے فرمایا تمہیں تمہارے ضعیف اور کمزور لوگوں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔ دنیا میں امیر لوگ غریبوں کے رزق کی وجہ سے، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں رکھا ہے، امیر ہیں۔ دنیا میں کتنے امیر ہیں جو اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ہاں ہمارے مال میں غریبوں کا حق ہے اور وہ غریبوں کو دے رہے ہیں۔ 99 فیصد تو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا مال ہے اور وہ اس کو اپنی مرضی سے وہاں خرچ کر رہے ہیں جہاں ضرورت ہی نہیں ہے اور فضول خرچی میں خرچ کر رہے ہیں۔ چونکہ مال زیادہ ہے تو اب کیا کیا جائے؟ جیب میں پیسہ ہو تو وہ اچھلنے لگ جاتا ہے اس کو کہیں خرچ کیا جائے، لوگوں کو دکھایا جائے کہ میری جیب میں پیسہ ہے حالانکہ یہ دکھاوے کے لیے نہیں دیا گیا، یہ تو اس کے مال میں دائیں بائیں کے غریب لوگ کا حق تھا ان پر خرچ کرنے کے لیے دیا گیا ہے۔ تو مسکینوں کو یہ سمجھنا کہ یہ گھٹیا قسم کے لوگ ہیں (معاذ اللہ) یہ بات بالکل درست نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا حق ہے جو امیر لوگ دبائے بیٹھے ہیں۔ اور اگر کوئی امیر دائیں بائیں مال خرچ نہیں کر رہا اللہ تعالیٰ قیامت والے دن حساب لے گا۔ قرآن مجید میں ہے: وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (بنی اسرائیل: 26) ''اور دور شتہ داروں کو ان کا حق اور مسکینوں کو اور مسافروں کو۔

یہ ان کا حق ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے یا کسی امیر آدمی کے مال میں ڈال دیا ہے۔ یہ حق ان تک پہنچانا ضروری ہے۔ تو آنحضورﷺ نے وضاحت کر دی دیکھو یہ تمہیں جو مدد ملتی ہے، تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے وہ تمہارے ضعیف لوگوں کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور اسی بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل بھی کیا۔ اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا کہ یہ اُم المساکین یعنی مسکینوں کی ماں ہیں۔ کیونکہ وہ ان کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔

ایک اور حدیث میں ہے جسے حضرت امیہ بن خالد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ (مشکوٰۃ)

''آنحضورﷺ فقراء مہاجرین کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے فتح اور نصرت طلب کیا کرتے تھے''۔

اسی طرح ایک اور چیز کی طرف قرآن مجید میں توجہ دلائی گئی ہے۔ آنحضورﷺ پر ابتداء میں ایمان لانے والوں میں زیادہ تر لوگ غلام اور کمزور طبقہ سے تھے۔ مکہ کے بعض مشرکین نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تو آپ کی بات سننا چاہتے ہیں لیکن جب آتے ہیں تو یہ کمین قسم کے لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوتے ہیں، ہم تو ان کے ساتھ بیٹھ کر آپ کی بات نہیں سن سکتے۔ ہم رئیس ہیں ہم سردار ہیں ہم ان کے ساتھ نہیں بیٹھتے، پہلے ان کو اپنے سے دور کریں پھر ہم آئیں گے اور آپ کی بات سنیں گے۔ تو قرآن مجید میں دو مرتبہ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے، ایک سورۃ انعام کی آیت 52 میں اور دوسرا سورۃ کہف کی آیت 28 میں کہ اے نبی! آپ ان غریب اہل ایمان کو مت چھوڑیں۔ بظاہر دین کا غلبہ کرنا ہے اور بظاہر یہ لوگ شاید اتنے مؤثر ثابت نہ ہوں جتنا کہ کوئی سردار ثابت ہو سکتا ہے اور ہوا بھی ایسا ہی ہے کہ چھ سال تک مسلمان علانیہ بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، نبوت کے چھٹے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور مسلمانوں نے بیت اللہ میں علانیہ نماز پڑھی۔ حضرت عمرؓ سردار آدمی تھے۔ ایک باحیثیت آدمی کے آنے سے کتنا فرق پڑ گیا۔ تو انسان کے ذہن میں آ سکتا ہے کہ ان کی وجہ سے بہت تیزی سے دین کا کام آگے بڑھ سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف میں فرمایا

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا۝ (الکھف:۲۸)

یہ جو آپ کے ساتھ لوگ ہیں جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا ڈھونڈ رہے ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے یہ غریب ہیں یہ غلام طبقہ ہے، یہ شاید دنیاوی طور پر دین کے کام میں آپ کی زیادہ مدد بھی نہ کر سکیں لیکن آپ نے ہرگز ان کو اپنے پاس سے نہیں اٹھانا۔ اور آپ ان لوگوں کی باتوں میں مت آئیں جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے۔

دنیاوی لحاظ سے بھی انسان یہی سمجھے گا کہ یہ مسکین کسی کام کے نہیں ہیں، دین کے لحاظ سے بھی انسان یہی سمجھے گا کہ ان لوگوں کی بات ہی کوئی نہیں سنتا، یہ تو خود بڑی مشکل سے چل رہے ہیں نہ دین کے لیے کچھ خرچ کر سکتے ہیں تو ان کو ساتھ رکھنے کا کیا فائدہ؟ لیکن نہیں۔ جب بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال آیا کہ ان سرداروں کو تھوڑی سی اہمیت دینا شروع کروں تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات آ گئیں کہ ان مساکین کو نہیں چھوڑنا۔ وہ واقعہ جو سورۂ عبس کے

شروع میں ہے کہ آنحضور ﷺ مکہ کے کچھ سرداروں کے ساتھ بیٹھے تھے اور ان کو سمجھا رہے تھے اس دوران میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے دو تین مرتبہ آنحضور ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ وہ صحابی چونکہ نابینا تھے اس لیے وہ اس Situation کو نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ اس پر آنحضور ﷺ نے تھوڑا سا ناگواری کا اظہار کیا کہ ابھی میں سرداروں کو سمجھا رہا ہوں اگر یہ تھوڑی دیر بعد آ جاتے تو زیادہ بہتر تھا، پوری سورت نازل ہوئی

عَبَسَ وَتَوَلّٰی Oأَنْ جَآءَهُ الْأَعْمٰی O

تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس بات پہ کہ ایک نابینا اس کے پاس آیا

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰی Oأَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی O

اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ نصیحت حاصل کرتا یا آپ اس کو نصیحت کرتے تو نصیحت کرنا اس کو فائدہ دیتا

أَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی Oفَأَنْتَ لَهُ تَصَدّٰی Oوَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكّٰی O

وہ آدمی جو بے پرواہی برتتا ہے آپ اس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور آپ کے ذمے نہیں ہے کہ وہ نہیں مان رہا

وَأَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰی Oوَهُوَ يَخْشٰی Oفَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی O

اور جو آتا ہے دوڑ کر آپ کی طرف اور وہ ڈرتا بھی ہے آپ اس سے بے پرواہی برتتے ہیں۔

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ہرگز نہیں! یہ قرآن مجید تو ایک نصیحت ہے۔

لہٰذا ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ مساکین لوگ نہ دنیاوی لحاظ سے کسی کام کے معلوم ہوتے ہیں اور نہ دین کے اعتبار سے کہ یہ دین میں کیا آگے بڑھیں گے۔ دین میں بھی ان کو ساتھ لے کر چلنا ہے دنیاوی طور پر بھی ان سے محبت کرنی ہے۔ اور پھر آخرت میں جنت میں ان لوگوں کا مقام کیا ہے؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ (بخاری)

’’میں نے جنت میں جھانکا تو میں نے دیکھا کہ جنت والوں میں اکثریت فقیروں کی تھی اور میں نے آگ میں جھانکا تو میں نے دیکھا کہ جہنم والوں میں زیادہ تر

عورتیں تھیں‘‘۔

ایک اور حدیث میں آنحضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

قُمْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ، وَإِذَا أَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ، إِلَّا أَصْحَابَ النَّارِ، فَقَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ (مسلم)

’’میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا اور میں نے دیکھا کہ جنت میں داخل ہونے والے لوگوں میں اکثر مساکین ہیں اور جو مال و دولت والے لوگ ہیں ان کو تو روکا گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو دوزخ والے ہیں وہ تو دوزخ میں ڈال دیے گئے ہیں۔ اور پھر میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والوں میں اکثر عورتیں ہیں‘‘۔

اسی طرح ایک بڑی مشہور اور طویل حدیث ہے جس میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور آنحضور ﷺ نے بھی اپنی تین پسندیدہ چیزوں کا ذکر کیا، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس موقع پر نازل ہوئے اور انہوں نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا کہ اے نبی!

حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ: حُبُّ الْمَسَاكِينِ وَأَدَاءُ الرِّسَالَةِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

آپ کی اس دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں: مسکینوں سے محبت کرنا اور مسلمانوں تک دین کا پیغام پہنچانا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا جو کہ تمام جہانوں کا رب ہے۔

خلاصہ یہی ہے کہ انسان کے دل میں یہ خواہش نہیں ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ڈھیروں مال عطا کرے، دل میں تو یہ خواہش ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس آزمائش سے ہمیں بچائے رکھے۔ یہ مال و دولت کی آزمائش زیادہ سخت آزمائش ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس آزمائش میں ڈال دے فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے تو پھر انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ بہترین انداز سے اپنے اس مال کو خرچ کرے دائیں بائیں دیکھے کہ کون لوگ ہیں کہ جن کی ضروریات پوری نہیں ہو رہی اور محبت کے جذبے کے ساتھ اس مال کو ان تک پہنچائے۔ اور اگر کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے

پہلے ہی مسکین رکھا ہے، کسی انسان کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ساری ضروریات ہی پوری ہورہی ہوں تو اس میں قطعاً گھبرانے والی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت آسان حساب میں ڈالا ہے، یہ تو وہ مقام ہے جس کی آنحضورﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی ہیں۔ وہی بات جو آنحضورﷺ نے فرمائی کہ آدم کی اولاد کو مال کی کمی ناپسند ہے حالانکہ مال کا کم ہونا انسان کے لیے فائدہ کی چیز ہے۔ اتنی ساری چیزیں سننے کے باوجود دل اسی بات کی خواہش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ڈھیروں مال دے چلو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں گا، مال میں کمی نہیں ہونی چاہیے۔ بلاشبہ مال و دولت کے زیادہ ہونے کی صورت میں انسان اگر واقعتاً اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے پر صحیح انداز سے خرچ کرے اپنے اوپر فضول خرچی نہ کرے، تب بھی یہ حساب کتاب کو طویل کر دینے والا ہے۔ اور دنیا کا ایک سال قیامت کے ایک سال کے برابر نہیں ہے، وہ تکلیف دہ جگہ ہے، وہ بڑی پریشانی والی جگہ ہے، حساب دیتے دیتے ایک حدیث میں چالیس سال اور ایک حدیث میں پانچ سو سال کا ذکر ہے کہ پانچ سو سال لگ جائیں گے۔ فیصلہ میرے اور آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اگر دینے والا بنایا ہے ہمیں ڈھیروں مال دیا ہے تو اس مال کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسکینوں میں رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کرنے کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

- اے اللہ تعالیٰ مجھے مسکین زندہ رکھ، مجھے مسکینی والی موت عطا فرما اور قیامت والے دن مجھے مسکینوں میں شامل فرما۔
- اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے نیکیاں کرنے کا اور برائیاں چھوڑنے اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ آپ میری مغفرت فرما دیں اور مجھ پر رحم فرمائیں اور جب آپ کسی قوم کو کسی فتنے میں ڈالیں تو مجھے بغیر فتنے کے وہاں سے اٹھا لیجیے گا۔ اے اللہ تعالیٰ میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا جو آپ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت کا کہ جو مجھے آپ کی محبت کے قریب کردے۔ آمین یارب العالمین

کیلی فورنیا کی آگ:
یہ عذاب نہیں، وارننگ ہے

محمد نذیر یٰسین

راقم الحروف نے 20 سال قبل ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ''قیامت سے پہلے تین قیامتیں'' رکھا تھا۔ یہ نام رکھنے کی وجہ احادیث میں بیان کئے گئے خسوف ثلاثہ (زمین دھنس جانے کے 3 قیامت خیز واقعات) پر بحث کی گئی تھی اور ممکنہ علاقوں کی نشاندہی بھی کی گئی تھی۔ کتاب کے آخر میں یہ وضاحت کردی گئی تھی کہ یہ کوئی پیش گوئیاں نہیں بلکہ تجزیہ ہے جو درست بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ چونکہ اس میں امریکہ پر عذاب بالخصوص ریاست کیلیفورنیا کے حوالے سے واضح شواہد کے ساتھ بات کی گئی تھی جو کہ آج سچ ثابت ہورہی ہے تو ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ اسے قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگرچہ زمین دھنسنے کا واقعہ تو فی الحال پیش نہیں آیا مگر کیلیفورنیا کی موجودہ تباہ کن آگ کو اس سے قبل کی خدائی وارننگ کہنے میں کوئی امر مانع نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور ہم ضرور ان کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے، شاید کہ وہ رجوع کرلیں۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی نشانیوں کے ذریعے یاددہانی کروائی جائے، پھر بھی وہ ان سے منہ پھیرے؟ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔ (سورۃ السجدہ 22-21)

نیویارک اور کیلی فورنیا پر عذابِ الٰہی کے سائے

طالبان کے امیر المومنین ملا عمر مجاہد نے سقوطِ قندھار کے دنوں میں بی بی سی لندن کی

پشتو سروس کو دیے گئے انٹرویو میں پیش گوئی کی تھی کہ ’’عنقریب امریکا تباہ ہوگا اور اپنی تباہی کا منظر وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھے گا‘‘۔ راقم کے خیال میں امریکا پر یہ تباہی دراصل خسف بالمغرب کے عذاب کی شکل میں نازل ہوگی۔

ملا عمر مجاہد کی پیشگوئی اور دیگر آثار وقرائن کے تناظر میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ’’خسف بالمغرب‘‘ کے عذاب کا مستحق فرعونِ عصر یعنی امریکہ ہی ہے اور اس کے امکانات امریکہ کی دو اہم ریاستوں ’’نیویارک‘‘ اور ’’کیلی فورنیا‘‘ میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ 11 ستمبر کا عذابِ ادنیٰ اگرچہ امریکہ کے اس معاشی دارالحکومت میں اس کے زیادہ امکانات ظاہر کرتا ہے جہاں اقوام متحدہ کے دفاتر کے علاوہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے مالیاتی اداروں کے دفاتر بھی موجود ہیں۔ تاہم راقم کے خیال میں اس کے امکانات کیلی فورنیا میں اس سے بھی زیادہ پائے جاتے ہیں اور اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

1۔ اپنی سونے کی کانوں کی وجہ سے گولڈن سٹیٹ (Golden State) کہلانے والی امریکہ کی یہ ریاست امریکہ کی خوشحال ترین اور گنجان ترین آبادی والی ریاست ہے، جس کے مشہور ترین شہر لاس اینجلس، سان فرانسسکو اور آک لینڈ وغیرہ ہیں۔

2۔ امریکی تہذیب وتمدن ترقی کے نشان (Symbols) مشہور عالم، ہالی وڈ (Holly Wood)، ڈزنی لینڈ (Disney Land) اور گولڈن گیٹ برج (Golden Gate bridge) جن پر امریکی قوم بے حد ناز رکھتی ہے اسی ریاست میں واقع ہے۔

3۔ کیلی فورنیا کو ماہرین ارضیات زلزلوں کے امکانات والے خطے میں شمار کرتے ہیں اور بارہا یہ ریاست زلزلوں کا شکار ہو چکی ہے۔ وہاں لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات اکثر و بیشتر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ مزید براں اس ریاست میں واقعہ لاسن پیک نامی آتش فشاں پہاڑ (Lassen Peak Volcano) کسی بھی وقت پھٹ کر وسیع پیمانے پر تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

4۔ کیلی فورنیا کا علاقہ سونامی کے خطرات سے بھی دوچار ہے۔ 1964ء میں ریاست الاسکا میں آنے والے تباہ کن سونامی نے ریاست کیلی فورنیا کو بھی متاثر کیا تھا۔

5۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق بحر ہند کے حالیہ سونامی کے نتیجہ میں کیلی فورنیا کے

علاقہ میں زیرِ زمین پانی کی سطح پہلے سے بلند ہوگئی ہے۔ عین ممکن ہے کہ باذنِ الٰہی یہ سطح اس قدر بلند ہوجائے کہ خسف بالمغرب کے واقعہ کا سبب بن جائے۔

6۔ نیویارک کی طرح سرمایہ دار یہودی طبقہ اس ریاست میں بھی کثیر تعداد میں آباد ہے جسے یہودیوں کا ’’قارونی طبقہ‘‘ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس ریاست کی تباہی درحقیقت امریکہ کی معاشی تباہی کے مترادف ہوگی اور یہ معاشی تباہی امریکہ کی کلی تباہی پر منتج ہوگی۔

7۔ کیلی فورنیا کی ریاست ہم جنس پرستی کے حوالے سے بھی خاص شہرت رکھتی ہے اور یہ تو ہم جانتے ہیں کہ قومِ لوط پر عذاب ہم جنس پرستی کی وجہ سے آیا تھا۔

8۔ 2004ء کے الیکشن میں صدر بش کو فیصلہ کن برتری اسی ریاست سے حاصل ہوئی۔ گویا اس ریاست کے عوام صدر بش کی ظالمانہ اور دہشت گردانہ پالیسیوں کی فیصلہ کن توثیق کر کے خود کو عذابِ الٰہی کا مستحق بنا چکے ہیں۔ راقم کے خیال میں یہ نکتہ اہم ترین اور فیصلہ کن ہے۔

امریکہ پر نازل ہونے والے عذابِ الٰہی کی ایک ممکنہ صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کوئی بڑا شہاب آسمان سے گر کر خسف بالمغرب کا سبب بن جائے کیونکہ ماہرین فلکیات بھی ایک بہت بڑے (نو کلومیٹر لمبے) شہاب کے زمین پر گرنے کا امکان ظاہر کر چکے ہیں۔ امریکی خلائی شٹل ’’کولمبیا‘‘ کا تباہ ہوکر زمین پر گرنا غالباً اسی ممکنہ آسمانی آفت کے نزول کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ قرآن کریم کی یہ آیت بھی اسی امر کی تصدیق کرتی ہے:

اَفَلَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَمَا خَلۡفَھُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِھِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَیۡھِمۡ کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ۝ (سورۂ سبا:09)

’’تو کیا یہ لوگ ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھتے جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے ہیں (مثلاً) آسمان اور زمین، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں، بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے ہر اس بندے کے لیے جو (اپنے رب کی طرف) رجوع کرنے والا ہو‘‘۔

یہ بھی ممکن ہے کہ امریکی خلائی ادارے ناسا (NASA) کے دمدار ستاروں سے راکٹ

ٹکرانے کے حالیہ یا مستقبل کے تجربات ہی آسمانی آفت کے نزول کا ذریعہ بن جائیں۔ مزید براں ویتنام میں امریکی شکست، لبنان وصومالیہ میں جارحیت کے بعد وہاں سے امریکہ کا فرار ہونا، افغانستان اور عراق میں جاری تحاریکِ مزاحمت اور ان کے نتیجے میں امریکی افواج کے گرتے ہوئے مورال (Morale)، ڈالر اور یورو یا بالفاظ دیگر امریکہ و یورپ کی باہمی آویزیش، امریکہ اور چین کی باہمی کشاکش اور ان سب سے بڑھ کر وہ یہودی ایجنڈا جس کے مطابق روس کی طرح امریکی زوال بھی بالآخر ناگزیر ہے، ایسے مزید آثار وقرائن ہیں جو مستقبل میں امریکی زوال کی طرف تو کم از کم واضح اشارہ کر ہی رہے ہیں۔ لیکن بہت سی نشانیاں اور آثار دیکھنے کے باوجود فرعونِ عصر کے تکبر اور ظلم وستم میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

امریکی حکمران یہودیوں کے آلہ کار بن کر اپنی قوم کو دیگر اقوام سے برتر قرار دے کر ''دہشت گردی کے خلاف مہم'' اور اپنی ''آزادی کے تحفظ'' کے نام پر اسی طرح اپنی قوم کو بے وقوف بنا رہے ہیں جس طرح فرعونِ مصر نے اپنی قوم کو بنایا تھا۔ قرآن حکیم کی درج ذیل آیات ہو بہو امریکی صدر بش پر صادق آتی ہیں اور غالباً انہی آیات کے پیش نظر اسامہ بن لادن نے امریکی صدر بش کو دنیا کا احمق ترین انسان قرار دیا تھا جو خود بھی احمق ہے اور اپنی قوم کو بھی اسی حماقت میں مبتلا کر رہا ہے:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَO فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَO فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَO (سورۃ الزخرف:54-56)

''پس فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا تو وہ اس کی باتوں میں آ گئے۔ یقیناً وہ لوگ فاسقوں کی قوم تھے پھر جب انہوں نے ہمیں غضبناک کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا اور ہم نے انہیں گئی گزری (قوم) اور آخرین کے لیے ایک مثال بنا دیا''۔

آیاتِ درج بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کو آخرین کے لیے مثال بنانے کا مطلب آخری زمانے کے فرعون یعنی فرعونِ حاضر کے لیے سبق آموز بنانا تھا لیکن سب سے بڑی

اور تلخ ترین حقیقت یہ ہے کہ انسان نے تاریخ سے آج تک کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو بار بار دہراتی رہی ہے۔ آیات درج بالا بھی میرے اس خیال کی تصدیق کرتی ہیں کہ خسف بالمغرب کا عذاب ریاست کیلی فورنیا پر ہی نازل ہوگا جہاں کے عوام نے صدر بش کے جھوٹے پراپیگنڈہ کا شکار ہو کر اسے دوبارہ کامیاب کروانے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔

یہاں کچھ لوگوں کے ذہنوں میں اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو تو سمندر میں غرق کیا گیا تھا جبکہ ہم فرعونِ حاضر کو خسف کے عذاب کا مستحق ثابت کر رہے ہیں۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ غرق اور خسف میں حقیقت کے اعتبار سے زیادہ فرق نہیں۔ کرۂ ارض کا بیشتر حصہ سمندر ہے لہٰذا دھنسنے والی زمین بھی درحقیقت سمندر ہی میں غرق ہوجایا کرتی ہے جیسا کہ 28 مارچ 1964ء کو امریکہ ہی کی ریاست الاسکا میں آنے والی سونامی کے نتیجہ میں اس کے کچھ ساحلی علاقے سمندر میں دھنس کر غرقاب ہوگئے تھے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ امریکی قوت وترقی کا بنیادی سبب اس کی معیشت ہے اور اس کی معاشی تباہی کے بغیر اسے کمزور یا ختم نہیں کیا جاسکتا۔ افغانستان اور عراق میں جاری جنگوں کے باوجود اس کی معیشت اب تک ڈانواں ڈول نہیں ہوسکی ہے۔ لہٰذا اس کے کسی امیر ترین علاقے کی تباہی ہی اسے حقیقی تنزل وتباہی سے دوچار کرسکتی ہے اور ایسا یقیناً اس کی دو اہم ترین ریاستوں 'نیویارک' اور 'کیلی فورنیا' میں سے ایک یا پھر دونوں کی تباہی کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ آثار وقرائن بتا رہے ہیں کہ ایسا لازماً ہو کر رہے گا۔

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیّت و اِفادیّت

10

مولانا امین عزیز بھٹی حفظہ اللہ
(بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور)

۲۔ انفاق فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ O [الحدید: ۱۸]

’’(جان رکھو کہ) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے مرد اور عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو قرض دیا ہے اچھا قرض، ان کا دیا ہوا ان کے لیے بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے (آخرت میں) اجر عظیم ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق کرنے سے مال میں جو برکت اور اضافہ ہوتا ہے، وہ دس گنا سے سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ دراصل انفاق کرنے والے کے حالات، نیّت اور صدقے کی نوعیت اس اجر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ اضافہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر یوں بیان ہوا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ O [البقرۃ: ۲۴۵]

’’جو کوئی اللہ کو قرض دے گا اچھا قرض تو اللہ اس کے لیے اسے کئی گناہ بڑھا دے گا

اور (یاد رکھو کہ) اللہ ہی ہے جو رزق میں تنگی بھی کرتا ہے اور فراخی بھی اور تم سب کو (ایک دن) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

مال میں اضافے اور بڑھوتری کو اللہ تعالیٰ نے ایک تمثیل میں یوں بیان فرمایا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O [البقرة: ٢٦١]

''اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرنے والوں (کے اس عمل) کی مثال اس دانے کی ہے جس سے سات بالیں نکلیں اور پھر ہر بالی میں سو دانے ہوں، اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت کے مطابق) جس کے لیے چاہتا ہے اس طرح بڑھا دیتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے، وہ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔''

ایک دوسری تمثیل میں یوں ارشاد فرمایا:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ O [البقرة: ٢٦٥]

''اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے کے لیے اور اپنے آپ کو حق پر قائم رکھنے کی غرض سے اپنا مال خرچ کرنے والوں کی مثال اس باغ کی ہے جو بلند اور ہموار زمین پر واقع ہو، اس پر زور کی بارش ہو جائے تو اپنا پھل دگنا لائے اور اگر زور کی بارش نہ ہو تو پھوار بھی کافی ہو جائے اور (مطمئن رہو کہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔''

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے جو مال صدقہ کیا جائے اس کا اجر و ثواب اس کی نیت اور معیار کے مطابق ہوگا، اگرچہ صدقے کے اس مال کی مقدار بہت کم ہی کیوں نہ ہو! حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ

مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَصْعَدُ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا الطَّيِّبُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهٖ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهٖ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ، حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ —و في رواية— مثل الجبل أو أعظم.)) (صحیح بخاری، رقم: ۷۴۳۰)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی خیرات کی اور اللہ تک حلال کمائی اور عمدہ خیرات ہی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں قبول فرما لیتا ہے اور خیرات کرنے والے کے لیے اسے اس طرح بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ (خیرات) پہاڑ کے مانند ہو جاتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: وہ پہاڑ کی طرح یا اس سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔''

صدقات و خیرات سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں یوں بیان ہوا ہے:

عن أبي كَبْشَةَ الأَنَّمَارِيِّ، أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، ...... إلخ.)) (ترمذي، ۲۳۲۵، سنن ابن ماجه، ٤٢٢٨)

''حضرت ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور میں تمھیں ایک بات بیان کر رہا ہوں جسے اچھی طرح یاد رکھو: کسی بندے کے مال میں صدقہ دینے سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ...... الخ۔''

۳۔ انفاق فی سبیل اللہ کی اقسام و انواع:

جس طرح صدقات و خیرات کی کئی قسمیں ہیں، اسی طرح انفاق کی بھی متعدد اقسام ہیں۔ یہ اقسام انفاق کرنے والے، جس پر انفاق کیا جا رہا ہے اور ان کے متعلقات کے اختلاف سے معرضِ وجود میں آتی ہیں۔ انفاق کی نوعیات، مصارف اور مقاصد کی تبدیلی و تغیر سے انفاق کی اقسام بھی تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

الف.....ضروریاتِ زندگی کے لیے مالی تعاون کرنا:

روزمرہ کی زندگی میں دوسرے لوگوں کے مشکل حالات میں ان کا مالی تعاون کرنا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا انفاق فی سبیل اللہ کی بہترین شکل ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ السَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ[البقرة: ۱۷۷]

''مال کی محبت کے باوجود اسے قرابت مندوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مانگنے والوں پر اور غلاموں کی گردنیں چھڑانے پر خرچ کرتے ہیں۔''

سنت یہی ہے کہ انفاق کرتے وقت جہاں ضرورت و احتیاج کا خیال رکھا جائے گا وہاں رشتوں ناتوں کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں پڑوسیوں اور محلے داروں کا بھی ذکر آیا ہے۔اسی طرح سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں مزید توسیع کر دی گئی اور مصارف کا دائرہ بڑھا دیا گیا ہے۔لیکن عام حالات میں اہل وعیال، زیر کفالت افراد اور قرابت مندوں کو ترجیح دی گئی ہے۔حدیث میں ہے:

عن حَکِیمِ بْنِ حِزَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ:((أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَوْ خَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ)) (صحيح مسلم، رقم: ۲۳۸۶)

''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد صدقہ دینے والا غنی رہے۔دینے والا ہاتھ وصول کرنے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔صدقہ کا آغاز اس سے کر جس کی تم پر ذمہ داری ہے۔''

ب......نصرتِ دین پر انفاق کرنا:

دین کی نصرت کرنا اور دین اسلام کو عام کرنے کے لیے وسائل مہیا کرنا اور دینی نشر واشاعت میں حصہ لینا انفاق فی سبیل اللہ شامل ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ

اِسۡرَآءِيۡلَ وَكَفَرَتۡ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰى عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِيۡنَ○ [الصف: ١٤]

''ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا: کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنتا ہے؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ اپنے کفر پر جما رہا، پھر ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی اور پھر وہی غالب ہو کر رہے۔''

اور فرمایا:

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ○[البقرة: ١٩٥]

''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور (اس سے گریز کر کے) اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور تم اس (انفاق) میں اچھا رویہ رکھو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

''فی سبیل اللہ'' میں ہر وہ چیز یا کام شامل ہے جو اللہ کے دین کی نصرت و مدد سے متعلق ہو، لہٰذا جو کام اور جد و جہد اللہ تعالیٰ کے دین میں مددگار ثابت ہوتی ہے وہ ''فی سبیل اللہ'' میں شامل ہے۔

ج...... جہاد فی سبیل اللہ میں انفاق:

ظلم و استبداد اور سرکشی کے خاتمے کے لیے اگر مسلمان حکمران کی قیادت میں جہاد کا موقع آ جائے تو ایک سچے مسلمان کو اپنے مال اور جان کی قربانی دینے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ مال اور جان اسی خالق و مالک کی عنایت کردہ ہے جس کے مطالبے پر یہ قربانی دی جا رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ○ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ○ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ وَيُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o
وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ o (الصّف:۱۰-۱۳)

''ایمان والو! کیا تمھیں وہ تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اس کے بدلے میں اللہ تمھارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور بہترین گھر عطا فرمائے گا جو عدن کے باغوں میں ہوں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک دوسری چیز بھی عطا فرمائے گا جو تمھیں پسند ہے، یعنی اللہ کی مدد اور فتح جو عنقریب حاصل ہو جائے گی اور (اے پیغمبر ﷺ!) ایمان والوں کو اس کی بشارت دے دو۔''

بوقت ضرورت اللہ کے حکم پر کھڑے ہو جانا اور اپنے مال یا جان کی پروا کیے بغیر اللہ کی راہ میں کود پڑنا مضبوط ایمان کی نشانی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کو درپیش مشکلات اور مصائب کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یوں ارشاد فرمایا:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ o [الأنفال: ٦٠]

''تم سے جس قدر ہو سکے (اپنے دشمنوں کے لیے) فوج اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمھارے ان دشمنوں پر ہیبت طاری رہے اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنھیں تم نہیں جانتے، مگر اللہ انھیں جانتا ہے (اس مقصد کے لیے) جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا کر دیا جائے گا اور تمھارے لیے کوئی کمی نہ ہو گی۔''

د......منفعتِ جاریہ کے کاموں پر انفاق:

ایسے کاموں پر خرچ کرنا جن کے اثرات اور منفعت مسلسل جاری رہے، 'صدقہ جاریہ' کہلاتا ہے اور اس صدقہ جاریہ کا اجر و ثواب بھی مسلسل جاری رہتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَلِاَنْفُسِكُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ
وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۝[البقرة: ۲۷۲]

''(اے پیغمبر ﷺ!) ان کو ہدایت پر لے آنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے (اپنے قانون کے مطابق) ہدایت دیتا ہے، (ایمان والو!) جو مال بھی تم خرچ کرو گے، اس کا نفع تمھیں ہی ملنا ہے اور تم اسی لیے تو خرچ کر رہے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو اور جو مال بھی تم خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا کر دیا جائے گا اور تمھارے حق میں ذرا بھی کمی نہ ہوگی۔''

رفاہِ عامہ کے کاموں میں جب خرچ کیا جاتا ہے تو اس کے اثرات وثمرات اسی معاشرے میں لوٹ کر آتے ہیں۔ پورا معاشرہ اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور خرچ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور اجرِ عظیم سے نوازا جاتا ہے۔ بلاشبہ وہ کام جو عرصہ دراز تک قائم رہتے ہیں یا جن کے ثمرات بڑھتے چلے جاتے ہیں ان کا اجر وثواب بھی ہمیشہ کے لیے جاری رہتا ہے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ))(ترمذي، رقم: ۱۳۷۶، سنن نسائي، رقم: ۳۶۸۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے: ایک صدقہ جاریہ، دوسرا ایسا علم جس سے لوگ بعد میں فائدہ اُٹھائیں، تیسرا ایسی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

مسلم معاشرے میں بے شمار ایسے کام ہوتے ہیں جو صدقہ جاریہ اور نفع بخش سمجھے جاتے ہیں جن کا فائدہ عوام الناس کو تادیر ملتا رہتا ہے، ایسے تمام کام صدقہ جاریہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان کا اجر وثواب انسان کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ (جاری ہے)

امریکی ریاست کیلیفورنیا میں بے قابو آگ
قیامت صغریٰ کا سماں ــــ نافرمان اقوام کو وارننگ!

ابو فیصل محمد منظور انور

(لاس اینجلس میں آگ سے متاثرہ علاقوں کی سروے رپورٹ)

امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا میں کئی علاقے جنگل کی آگ کی لپیٹ میں آگئے ہیں۔ 7/8 جنوری منگل بدھ کے روز 70/80 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے تیز ہوائیں چلیں اور یہ آگ پھیلنا شروع ہوئی جس کے نتیجہ میں چار لاکھ ایکڑ رقبہ میں سے 40 ہزار ایکڑ رقبہ متاثر ہوا ہے اور قریباً 200 ارب ڈالرز کی پراپرٹی کا نقصان ہوا۔ لاس اینجلس سمندر کے کنارے سے شروع ہونے والی آگ نے پورے علاقے کو گھیر لیا اور چند گھنٹوں میں ہی آگ کیلیفورنیا کے علاقوں لاس اینجلس، ہالی وڈ اور دیگر علاقوں تک پھیل گئی۔ اطلاعات کے مطابق کل آٹھ جگہوں پر آگ لگی۔ جنگل کی آگ نے لاس اینجلس اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں تباہی مچا دی۔ 7 جنوری کو 3 بجے بعد دوپہر آگ لگنے کی شروعات ہوئیں جس سے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے شہر لاس اینجلس اور دیگر ملحقہ شہروں کو جلا کر رکھ دیا۔ تادم تحریر فائر فائٹرز جنگل کی آگ سے لڑ رہے ہیں۔ Palisades کی آگ نے لاس اینجلس میں سب سے زیادہ تباہی مچائی ہے اور یہ علاقہ 12,13 دنوں سے ابھی تک جل رہا ہے۔ اگلے دن، پڑوسی وینٹورا کاؤنٹی میں ایک اور آگ بھڑک اٹھی، جس کی وجہ سے اس علاقے سے شہریوں کے انخلا کے مزید احکامات جاری ہوئے۔ Palisades، Eaton اور Hurst کی آگ سے جلنے والا کل رقبہ قریباً 16,425 ہیکٹر (40,588 ایکڑ) ہے جو پیرس شہر سے بڑا علاقہ ہے۔ Palisades آگ سے 5,300

عمارتیں تباہ ہوئیں ہیں اور 23,700 ایکڑ سے زیادہ رقبہ جل گیا ہے۔ آتشزدگیوں میں ایٹن فائر اور ہرسٹ فائر شامل ہیں۔ آگ لگنے کی براہ راست وجہ کا تعین نہیں کیا جا سکا ہے۔ یہ Palisades آگ پہلے لگنے والی آگ کے دوبارہ لگنے کا باعث بنی۔ آگ کی شدت کے باعث اس پر قابو پانے کی کوششوں کو ایک چیلنج بنا دیا۔ کیلی فورنیا ڈیپارٹمنٹ آف فاریسٹری اینڈ فائر پروٹیکشن کیل فائر کے مطابق، ایٹن کی آگ جنوبی کیلیفورنیا کی تاریخ کی سب سے تباہ کن اور مہلک ترین جنگل کی آگ ہے، جس میں Palisades کی آگ دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ تباہ کن ہے۔ اکتوبر 2003ء کی دیودار کی آگ اس سے پہلے خطے میں سب سے زیادہ مہلک اور تباہ کن جنگل کی آگ کے طور پر ریکارڈ رکھتی تھی، جس سے سان ڈیاگو کاؤنٹی میں قریباً 2,820 گھر تباہ اور 15 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ تیزی سے بھڑکنے والی لاس اینجلس میں جنگل کی تیسری بڑی آگ تادم تحریر جل رہی تھی۔ ان علاقوں میں امیر ترین عالمی وامریکی شخصیات اور فلمی دنیا کے مشہورترین اداکاروں کے کروڑوں ڈالرز مالیتی گھر ہیں امریکی نائب صدر کملا ہیرس کا گھر بھی اس علاقے میں ہے۔ معروف انڈین فلمی اداکارہ پریانکا چوپڑا کا تھوڑا عرصہ پہلے خریدا گیا گھر بھی جل کر راکھ بن گیا۔ ہالی وڈ ہلز 799 ایکڑ پر محیط یہاں 2 ہزار امیر ترین شخصیات کے گھر تھے جن کی انشورنس بھی نہیں کرائی گئی تھی سب جل کر خاکستر ہوگئے ہیں۔ عجیب اتفاق ہے کہ ایک فلمی اداکار جیمز وڈ جس نے کچھ عرصہ قبل غزہ کے مظلوم فلسطینیوں کو مکمل طور پر ختم کرنے کا بیان دیا تھا اب وہ بھی اپنے علاقے لاس اینجلس اور ہالی وڈ میں آگ لگنے سے تباہی کے واقعات پر روتا ہوا نظر آیا۔ شہر کے مغربی مضافات میں Palisades کی آگ نے 9,596 ہیکٹر (23,713 ایکڑ) کو جلا دیا ہے، جس میں سے صرف 17 فیصد حصہ پر قابو پایا گیا ہے۔ ایٹن آگ، شہر کے مشرقی علاقے کے وسط میں، 5,712 ہیکٹر (14,117 ایکڑ) پر محیط رہی ہے جس میں 35 فیصد حصہ پر قابو پایا گیا ہے۔ ہرسٹ آگ نے 323 ہیکٹر (799 ایکڑ) کو جلا دیا ہے اور باقی 97 فیصد علاقے پر قابو پالیا گیا ہے۔ وینٹورا کاؤنٹی میں، آٹو جنگل کی آگ، جو 13 جنوری کو شروع ہوئی یہ آگ 24 ہیکٹر (61 ایکڑ) میں سے 5 ایکڑ سے آگے تک پھیل چکی ہے تاہم 47 فیصد پر حصہ بچا لیا گیا ہے۔ لاس اینجلس کاؤنٹی میں تقریبا 150,000 رہائشیوں کو انخلا کے احکامات

جاری کیے گئے تھے جن میں سے 700 سے زیادہ افراد سہولیات اور پناہ کی تلاش میں تھے لاس اینجلس میں نیشنل ویدر سروس نے لاس اینجلس اور وینٹورا کانٹیوں کے لیے ''سرخ پرچم'' (REDFLAG) کی وارننگ جاری کی گئی۔ انتظامیہ نے سوشل میڈیا پوسٹ میں خبردار کیا کہ تیز ہواؤں سے آگ کے شدید موسمی حالات پیدا ہونے کا امکان ہے، اور رہائشیوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ آگ کے تیزی سے پھیلنے کے امکانات کے لیے چوکس رہیں اہم پیغام میں بتایا گیا کہ: ہم ابھی جنگل سے باہر نہیں ہیں۔ آج ہوائیں کم شدت کی تھیں، لیکن آج رات اور کل تک ایک اور اضافہ ہوسکتا ہے۔ بدھ تک کیلئے، لاس اینجلس اور وینٹورا کانٹیوں کے ساتھ ساتھ سان لوئس اوبیسپو اور سانتا باربرا کانٹیز کے کچھ حصوں کے لیے (خطرناک) سرخ جھنڈے کی وارننگ جاری کی گئی ہیں۔ Palisades لاس اینجلس کانٹی کو تباہ کرنے والی تین بڑی آگ میں سے سب سے بڑی آگ ہے۔ اس علاقے میں 23,713 ایکڑ میں صرف 21 فی صد حصہ پر قابو پایا گیا ہے۔ ایٹن فائر جنوبی کیلیفورنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ تباہ کن آگ لگی ہے۔ لاس اینجلس کے علاقے میں لگنے والی آگ سے 12,000 سے زیادہ عمارتیں تباہ اور 60 مربع میل سے زیادہ علاقے جھلس چکے ہیں۔ Palisades اور ایٹن جنگل کی آگ جنوبی کیلیفورنیا میں جل رہی ہے۔ حکام کے مطابق پیر کی صبح تک لاس اینجلس کانٹی میں 92,000 افراد کو انخلا کے احکامات جاری کیے گئے تھے۔ گورنر نے قانون سازوں سے آگ کی امداد کے لیے 2.5 بلین ڈالر منظور کرنے کو کہا اور ہنگامی رسپانس فنڈ میں 1 بلین ڈالر آگ سے متاثرہ اسکولوں کی تعمیر نو اور مرمت میں مدد کے لیے طلب کئے ہیں۔ 13 دن گزرنے کے بعد اگرچہ لاس اینجلس کی تباہ کن آگ کو بھڑکانے والی آگ کے خطرناک موسمی حالات کم ہوگئے ہیں، لیکن پیش گوئی کرنے والوں نے خبردار کیا ہے کہ اگلے ہفتے کے اوائل میں سانتا نا ہواؤں کا ایک اور دور متوقع ہے۔ پہلے تیز ہوائیں، شدید آگ، برفانی ہوائیں اور پھر زلزلہ مصیبت پر مصیبت علاقے پر قیامت کا سا سماں ہے۔ 16 جنوری کی شام تک لاس اینجلس کانٹی کے میڈیکل ایگزامینر کے مطابق مرنے والوں کی تعداد 27 ہوگئی تھی۔ تاہم حکام نے خبردار کیا ہے کہ ہلاک یا لاپتہ ہونے والوں کی تعداد مزید بڑھ سکتی ہے۔ 170,000 سے زیادہ لوگ اب بھی انخلا کے نوٹسز کے تحت ہیں کیونکہ فائر

فائٹرز لاس اینجلس کی مہلک آگ سے لڑ رہے تھے۔ لگتا ہے کہ اگلے ہفتے متوقع آگ بھڑکانے والی ہواؤں کے ایک اور دور سے پہلے فائر ٹیمیں اس ہفتے کے آخر میں پیشرفت جاری رکھیں گی۔ بہت سے انخلا کرنے والے اپنے تباہ شدہ گھروں میں واپس جانے کے لیے بے چین ہیں تاکہ نقصان کا جائزہ لے سکیں، انہیں کم از کم ایک اور ہفتہ انتظار کرنا پڑے گا، کیونکہ خطرناک مواد کو ہٹایا جا رہا ہے۔ کچھ لوگوں کے لیے، گھر واپسی کا امکان ابھی مہینوں باقی ہے۔ آگ کے ماہرین اور آتش زنی کے تفتیش کاروں نے CNN کو بتایا کہ اس علاقے کی بڑی آگ کو کیسے بھڑکایا گیا؟ یہ جاننے میں مہینوں لگ سکتے ہیں۔ لاس اینجلس کاؤنٹی کے شیرف رابرٹ لونا کے مطابق، تقریباً 82,400 کیلیفورنیا کے باشندے انخلا کے احکامات کے تحت ہیں۔ مسٹر لونا نے کہا کہ لوٹ مار اور مقامی انخلا کے حکم اور کرفیو کی خلاف ورزیوں سے متعلق 47 گرفتاریاں کی گئی ہیں۔

ایک طرف امریکہ میں لگی آگ تو دوسری طرف مسلم دنیا میں غزہ میں فلسطینیوں کی نسل کشی کے تناظر میں، اس تباہی و بربادی پر ملا جلا ردعمل سامنے آ رہا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کا گمان ہے کہ غزہ میں اربوں کی املاک تباہ کرنے، ایک لاکھ کے قریب فلسطینیوں کے قتل عام اور لاکھوں نہتے اور مظلوم و مجبور بے گھر فلسطینیوں پر امریکی سرپرستی میں اسرائیلی مظالم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امریکیوں کو نشانِ عبرت بنایا گیا ہے اور امریکہ کو مکافاتِ عمل کا شکار ہونے کے اشارے ہیں اور اس آگ لگنے سے وسیع پیمانے پر تباہی و بربادی کو رب العالمین کی طرف سے امریکہ کے لیے سخت وارننگ سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ مسلم دنیا کو اسلام دشمنوں کی تباہی پر شادیانے بجانے کی بجائے پہلے اپنا گھر درست کرنے کی ضرورت ہے (اپنی منجی تھلے ڈانگ پھیرو) ہم کہاں کھڑے اور کیا کر رہے ہیں؟ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت عملی ہے۔ ہم امت مسلمہ کو اپنا قبلہ درست کرنے کی اشد اور اجتماعی توبہ و استغفار کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں سے اکثریت کی حالت بھی ان نافرمان گمراہ اقوام کے کالے کرتوتوں سے بھی کہیں زیادہ بدتر نظر آتی ہے۔ کونسا گناہ اور جرم ایسا ہے جو اس وقت مسلم دنیا میں نہیں ہو رہا۔ دوسروں کی بربادی پر بغلیں بجانے والے اپنے انجام کی فکر کریں۔ شاید اللہ رب العزت کی طرف سے ہمیں ایک معین وقت تک کے لیے ڈھیل دی جا رہی ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اُمت مسلمہ یوں تو گزشتہ کئی صدیوں سے زوال پذیر ہے تاہم گزشتہ ایک صدی سے اسلام دشمن قوتوں نے مسلمانوں کو خاص طور پر تختۂ مشق بنا رکھا ہے مشرق وسطیٰ اور کئی دیگر علاقوں میں مال و دولت کی کثرت کے باوجود مسلمانوں اور عربوں کی زبوں حالی، خانہ جنگی، آپس کی لڑائیاں، لاکھوں مسلمانوں کی شہادتیں اور لاکھوں کی تعداد میں دربدری اور دیارِ غیر میں ہجرت، عورتوں بچوں بوڑھوں کی بے چارگی اور کسمپرسی کی حالت ہمارے اجتماعی ضمیر کو جھنجوڑنے کے لئے کافی نہیں تھے؟ مگر لگتا ہے کہ ہم نے حالات سے کچھ نہیں سیکھا ہے اپنی بداعمالیوں اور اللہ کی نافرمانیوں کو چھوڑنے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہیں۔ خون مسلم کی ارزانی دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے مگر مغرب نواز مسلم حکمران اپنے سرریت میں چھپا کر بیٹھے اپنی روش بدلنے میں سنجیدہ نظر نہیں آتے۔ جنگوں کے باعث عرب ممالک میں وسیع پیمانے پر ہجرت اور جنگی تباہی و بربادی سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ سو ہم سب اللہ کے دین سے دوری کی سزا پا رہے ہیں مگر اب بھی اپنی لادینیت پر مبنی عادات وخصائل چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں حالانکہ اس وقت اجتماعی توبہ واستغفار کی فوری اور اشد ضرورت ہے۔ اکثر مسلمان ملکوں کی اشرافیہ (جن میں مقتدر طبقات شامل ہیں) کا اپنے ملکوں سے لوٹا ہوا سرمایہ بھی امریکہ اور مغربی ممالک میں پڑا ہے جس سے وہ نا صرف اپنی معیشت کو بہتر بنا رہے ہیں بلکہ اسی سرمائے کو 'ہمارے جوتے ہمارے سر' کے مصداق ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے کئی علاقوں میں مسلمان غلامی سے بھی بدتر بڑی ہی کسمپرسی کی حالت میں زندگیاں گزارنے پر مجبور ہیں اس سارے قضیئے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس اہل، صالح اور دیانت دار قیادت کا فقدان ہے جس کی وجہ سے دو ارب کے قریب مسلمان اپنے ہم مذہب جابر وظالم اور بے ضمیر حکمرانوں کے مصائب جھیل رہے ہیں۔

اگرچہ حماس اور اسرائیلی حکومت کے درمیان عارضی جنگ بندی کا معاہدہ طے پانا ایک خوش آئند اقدام ہے مگر معاہدے کی خلاف ورزی ہمیشہ یہودیوں کا مستقل وطیرہ رہا ہے اور بدعہدی بارے یہودیوں کی لمبی تاریخ ہے۔ اس لئے جنگ بندی کے معاہدے سے کوئی خوش فہمی

میں نہ رہے۔شاید اسرائیلی کچھ وقت لینا چاہتے تھے۔ اللہ کرے فلسطینیوں کی مشکلات کم ہوسکیں۔ دنیا بھر کے مسلمان اپنے حکمرانوں اور خصوصاً عرب بادشاہوں اور شیوخ کی بے حسی پر ماتم کرتے نظر آتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ امت مسلمہ کے ازلی وابدی دشمن ہیں جو کبھی بھی ہمارے دوست نہیں بن سکتے۔مگراس وقت معاملہ الٹ ہے۔ ہمارے حکمران اپنے اقتدار کوطول دینے کی غرض سے ان کی اسلام دشمنی اور مسلم کشی کے باوجود ان ہی کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہیں اورتو اور دنیائے اسلام کی اہم ترین سلطنتیں سعودی عرب اور یو اے ای کی حکومتوں کی طرف سے بت پرست بھارتی حکمران مسٹر مودی کو مملکت العربیہ السعو دیہ کا سب سے بڑا اعزاز دینا اور مقدس سرزمین پر مندر بنانے کی اجازت دینا امت مسلمہ کی قیادت کی بصیرت کا تماشہ ہے۔قرآنی تعلیمات کے خلاف مسلم حکمرانوں کی اسلام دشمنوں کے ساتھ غیر معمولی محبت ومروّت اوران کا اعزاز واکرام کرنا اللّٰہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن سکتا ہے۔اس اقدام پر انھیں فوری طور پر اللّٰہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے تھا مگر ابھی تک ایسا نہیں کیا گیا۔امت مسلمہ کو اللّٰہ تعالیٰ نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی نسبت موجودہ دور میں قدرتی وسائل اور مال وزر سے خوب نوازا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک قدرتی تیل کی دولت سے مالا مال ہیں مگر عرب شیوخ کا زیادہ تر سرمایہ مغربی ممالک کے بینکوں میں جمع ہے جس کے باعث مغربی لوگ پوری دنیا پر راج کررہے ہیں۔ دستیاب قدرتی وسائل سے اسلامی طرز حیات اختیار کرکے سادگی کورواج دینے اور قرآنی تعلیمات، اسلامی عقائد اور اسلامی اخلاقیات کے مطابق اپنے معاشرتی نظام کو اپنانے کی بجائے بدقسمتی سے ہم اسلام دشمن، مادر پدر آزاد قوموں کے معاشروں کی سی زندگیاں گزارنے کو ترجیح دے چکے ہیں ہمارا ہر طرز عمل ان مغضوب اور گمراہ قوموں کی تقلید اور نقالی ہے ہماری آنے والی نسلیں تو ان سے اس قدر متاثر ہیں کہ گناہ آلودہ زندگی گزارنے کے لئے ان سے بھی دوقدم آگے چلنے کو بے چین نظر آتی ہے۔مغرب کی آزاد طرز کی معاشرتی ثقافت کی اندھی تقلید میں اپنے عقائد اور اسلامی روایات تک کو چھوڑ بیٹھے ہیں قعر مذلت میں گرنے والی قوموں کے بارے قرآن مجید فرقان حمید کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 16 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا اردہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم

دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں''۔

سو ہمیں اپنے بہتر انجام کی فکر کرنی چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی 950 سال کی وعظ ونصیحت بھی نافرمان قوم کے سر کے اوپر سے گزر گئی اور بالآخر کشتی کے چند افراد کے علاوہ ساری قوم غرق کر دی گئی جن میں نبی کا اپنا بیٹا اور ایک بیوی بھی شامل تھے۔ اپنے زمانے کی انتہائی طاقتور قومیں عاد وثمود کو جس طرح تباہ و برباد کیا گیا اسے سن کر ہی دل کانپ جاتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اخلاقی بیماریوں اور بداعمالیوں پر حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تہس نہس کر دیا گیا، خدائی کے دعویدار فرعون کو اس کے لشکر سمیت غرق کر دیا، نمرود کو بری موت کے انجام سے دوچار کر دیا اور دیگر کئی نافرمان قوموں کو قیامت تک آنے والی نسلوں کے سامنے نشانِ عبرت بنا کر رکھ دیا گیا۔ مگر افسوس کہ انسان نے اس جانکاہ عبرت ناک انجام سے سبق نہیں سیکھا۔ بعثت نبوی ﷺ سے قبل شرک و بت پرستی اور جہالت کا دور تھا انسانیت قعر مذلت کے گڑھے میں پڑی سسک رہی تھی۔ ظلم و بربریت، ناانصافی، لاقانونیت، بدامنی، قتل و غارت کی انتہا تھی کہ اللہ ربّ العزت کی شان کریمی کو ترس آ گیا اور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرما کر سسکتی انسانیت کو راہ حق پر لانے کا بندوبست کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پوری انسانیت اللہ کے بھیجے ہوئے پیغام قرآن کو اپناتی اور پیغمبر اسلام ﷺ کی پیروی کرتی مگر افسوس کہ اکثر انسانوں نے حزب الرحمان کی بجائے حزب الشیطان میں جانا پسند کر رکھا ہے۔ مسلمان نوجوان بھی قرآنی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی بجائے اسلام دشمن عناصر کے نقش قدم پر چلنے کو ترجیح دے رہے ہیں ان حالات میں ہم دارالخلد جیسے اپنے اچھے انجام سے بے خبر آخرت کے برے انجام جہنم کی طرف رواں دواں ہیں۔ اللہ ہم پر رحم کرے امت مسلمہ اور ہماری نوجوان نسل کو راہ ہدایت بخشے۔۔

فطرت اَفراد سے اِغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

انجینئر مختار فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

فرمودۂ اقبال

فقر — پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق 8

34
فقر چوں عریاں شود زیرِ سپہر
از نہیبِ او بلَرزَد ماہ و مہر

جب فقر آسمان کے نیچے عریاں ہو جاتا ہے تو اس کے رُعب و ہیبت سے چاند اور سورج لرزتے ہیں

35
فقرِ عریاں گرمیٔ بدر و حنین
فقرِ عریاں بانگِ تکبیرِ حسینؓ

عریاں فقر بدر اور حنین کے معرکوں کی گرمی ہے عریاں فقر حضرت حسینؓ کی صدائے تکبیر ہے

36
فقر را تا ذوقِ عریانی نماند
آں جلال اندر مسلمانی نماند

جب فقر میں عریانی کا ذوق باقی نہ رہا تو مسلمانی کے اندر جلال و دبدبہ بھی باقی نہ رہا

37
وائے ما اے وائے ایں دیرِ کہن
تیغِ لا در کف نہ تو داری، نہ من

افسوس ہے ہم پر، افسوس ہے اس پرانے بتکدے پر، 'لاٗ' کی تلوار نہ تیرے پاس ہے نہ میرے

38
دل ز غیر اللہ بہ پرداز اے جواں
ایں جہانِ کہنہ در باز اے جواں

اے نوجوان! غیر اللہ سے دل ہٹا لے اے جوان! اس پرانے جہان سے قطع تعلق کر لے

فرہنگ (الفاظ کے معانی)

سپہر: آسمان۔ نہیب: ہیبت، خوف۔ مہر و ماہ: سورج اور چاند۔ نماند: (نہ ماند) نہیں رہا۔ جلال: دبدبہ۔
وائے: افسوس ہے۔ دَیرِ کہن: پرانا بت خانہ۔ تیغ: تلوار۔ کف: ہتھیلی۔ پرداز: (پردازیدن) بیزار ہونا۔

فارسی اشعار کی تشریح

34 فقر اور مردِ فقیر جب زیرِ فلک کھل کر سامنے آتا ہے تو اس کے رُعب اور ہیبت سے دنیاوی تخت و تاج یعنی قیصر و کسریٰ یا روس و امریکہ تو کیا سورج اور چاند بھی لرزتا ہے (جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری نے گزشتہ ایک صدی میں تین عالمی طاقتوں کو زوال سے دوچار کر دیا ہے)۔

35 فقر یعنی ایمان اور مردِ فقیر یعنی مردِ مومن جب عالمِ کفر سے ٹکراتا ہے اور حزب اللہ و حزب الشیطان کے مقابلے کا معرکہ بپا ہوتا ہے تو بدر و حنین جیسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ مخلص لیکن تھوڑے لوگ کثیر فوجوں کے جمِ غفیر (جو ذاتی اغراض و مقاصد کے اسیر ہو کر میدانِ جنگ میں لایا جاتا ہے) پر غالب آ جاتے ہیں اور جب فقر جلوہ دکھاتا ہے اور سامنے آتا ہے تو ع 'مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی' کے مصداق حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے موقف کے حق میں ایسی شہادت قبول کرتے ہیں کہ تا ابد مثال بن جاتی ہے۔

36 مسلمان ہونا، ایمان والا ہونا اور فقر اختیار کر کے فقیر کہلانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس درویش کو حق کی قوت ہاتھ میں لے کر عالمِ کفر سے ٹکرانا چاہیے۔ قرآن مجید کے بیان کے مطابق جب ایسے مردِ فقیر ایک جماعت اور گروہ کی صورت میں اُبھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس جماعت کو باطل پر دے مارتا ہے اور باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے۔ فقر میں ترقی سے مردِ فقیر کا جذبہ عریاں ہو جاتا ہے اور مردِ فقیر کے جذبہ سے اسلام اور مسلمانوں میں جلال و قوت و اقتدار کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔

37 اس کرۂ ارضی پر کفر اور شرک کے غلبہ کا دور زیادہ ہے پہلے بت پرستی، اصنام پرستی اور خدائی کے دعوے تھے اب نظریات کے بت ہیں وطن پرستی، اباحیت پرستی، نفس پرستی، سرمایہ پرستی وغیرہ اس دور کے لات و منات ہیں۔ بندۂ مومن کی زبان پر 'لا' کی صدا اور ہاتھ میں 'لا' کی تلوار ہونی چاہیے تاکہ زبان سے کلمہ حق کہتا رہے اور عملاً ان باطل، ابلیسی، صہیونی، سیکولر اور حیوانی نظریات کے خلاف جہاد کرتا رہے مگر افسوس صد افسوس کہ یہ 'لا الٰہ' کی تلوار نہ مسلمان عوام کے ہاتھ میں ہے اور نہ مسلمان زعماء و امامانِ سیاست کے ہاتھ میں۔

38 اے مسلم نوجوان! اُٹھ اور 'ماسوی اللہ' سے اپنا دل لگانا اور محبت کرنا ترک کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جگہ کسی اور کی اطاعت اور اللہ کی محبت کی جگہ غیر اللہ سے محبت ہی تو شرک ہے اور اللہ کی حاکمیّت کی جگہ عوام کی حاکمیّت کا تصور ہی اس دور کا سب سے بڑا 'منکر' ہے 'فقر' کے راستے پر چلنے والے نوجواں! اس جہاں اور اس کی آسائشوں کو خدا نہ بناؤ۔

Vol 19
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
FEBRUARY 2025
No 02

فکرِ فاروقیؒ

انسان کا عمل اس کی فکر کے تابع ہے۔فکر اگر صحیح ہوجائے تو اس انسان کے اعضاء و جوارح سے پھوٹنے والے سارے اعمال درست ہوجائیں گے اس کے اندر موجود جذبات (غم،غصہ،محبت،نفرت وغیرہ) بھی ہر قسم کی کجی سے پاک ہوکر درست ہوجائیں گے۔صحیح فکر کا حاصل یہ ہے کہ انسان زندگی میں شعور کی عمر کو پہنچے تو کائنات کے مشاہدے اور عقل و فطرت کے تقاضوں کے تحت کائنات کے چند بنیادی حقائق کو پہچانے اور برملا ان کا اعتراف کرے۔اسی برملا اعتراف کا نام کلمہ شہادت ادا کرنا اور ایمان لانا ہے۔کسی حق کی گواہی (شہادت) دینا ہی اس کا برملا اظہار اور اعتراف ہے۔گویا ذہنی طور پر ایک صحت مند انسان کو اپنے شعور کی عمر کے حصے میں پہنچ کر ان باتوں کا اعتراف کرنا چاہیے کہ (i) یہ کائنات ایک محکم نظام کے تحت چل رہی ہے اور اس کا ایک خالق و مالک ہے وہ رب ہے وہ اللہ ہے۔ (ii) انسان اس دنیا میں ہمیشہ کے لیے نہیں آیا بلکہ یہ زندگی عارضی ہے اصل زندگی یہاں سے 'موت' واقع ہونے کے بعد شروع ہوگی یعنی مرنا ختم ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک طرح کا اس جہاں سے اگلے جہاں میں انتقال کا نام ہے۔(iii) انسان کا اپنے رب کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے اس کے کچھ تقاضے فطرتِ انسانی میں ودیعت (INBUILT) ہیں اور باقی تقاضوں کی تعلیم اور وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رُسل علیہم السلام کا سلسلہ جاری کیا تھا،ان میں سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ تھے ان پر نبوت ختم ہوگئی۔

اب اُمت کے باشعور اور اچھے افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خود بھی اچھے بنیں اور دوسروں کو اس بات پر آمادہ کریں اور اس بات کی کوششیں کریں کہ اللہ کا دین غالب ہوجائے اور تمام انسانوں کو ایسا ماحول میسر آئے کہ وہ اپنے رب کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے والے بن جائیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں علیہم السلام کو لکھی ہوئی ہدایات بھی دی تھیں یعنی صحیفے اور کتابیں' چار بڑی کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید ہیں قرآن سب سے آخری کتاب ہے وہ محفوظ ہے اور سابقہ کتابوں کی مُھَیمِن بھی۔اس صحیح فکر کو ایمان کہتے ہیں یہ ایمان پیدا ہوجائے تو اس کے کچھ تقاضے ناگزیر ہیں۔ (ح ب جنوری 2012ء)